ادارہ تحقیقات اسلامی سے متعلقہ دستاویزات: ایک تجزیاتی مطالعہ

طاہرہ افراق ۞

ادارہ تحقیقات اسلامی کا قیام، قیامِ پاکستان کے بعد ریاست پاکستان کے اہم ترین اقدامات میں سے ہے۔ یہ ایک ایسا دستوری ادارہ ہے جس کی تشکیل نظریۂ پاکستان کی فکری بنیادوں کو اجاگر کرنے اور پاکستانی معاشرے کی قرار دادِ مقاصد کے تقاضوں کے مطابق تشکیل جدید کرنے کے لیے کی گئی ہے۔ ادارے کے قیام، اس کے اہداف و مقاصد اور اس کے کردار کے حوالے سے کئی اہم دستاویزات موجود ہیں۔ یہ دستاویزات نہ صرف ادارہ تحقیقات اسلامی سے تعلق رکھتی ہیں، بلکہ پاکستان اور برصغیر میں مسلمانوں کی تاریخ سے بھی ان کا گہرا تعلق ہے۔ دورِ حاضر میں پاکستانی معاشرے کو درپیش چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ان دستاویزات کا مطالعہ نہایت اہمیت کا حامل ہے، کیوں کہ یہ دستاویزات انتہائی غور و فکر کے بعد تیار کی گئیں اور ان دستاویزات کی تیاری میں شامل شخصیات نہ صرف علمی و تحقیقی اعتبار سے ممتاز تھیں، بلکہ ان کی پاکستان کے مستقبل پر بھی گہری نظر تھی۔ ان دستاویزات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بانیانِ پاکستان کس قسم کا پاکستان چاہتے تھے اور پاکستان کے لیے کس قسم کے اداروں کی تشکیل کرنا چاہتے تھے۔ ان دستاویزات کی تاریخی، دستوری اور قومی اہمیت کے پیش نظر مقالۂ ہذا میں ان کو تحقیق کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔

مقالہ ہذا تاریخی اور قانونی دستاویزات کے مطالعے پر مبنی ہے، اس لیے اس مقالے میں دستاویزی تحقیق، تاریخی تحقیق اور قانونی تحقیق کے متفرق اسالیب کو اختیار کیا گیا ہے۔ ان اسالیب کی روشنی میں ان دستاویزات کی تاریخی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے، نیز ان دستاویزات کے مندرجات کا تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا جائزہ بھی لیا گیا ہے کہ یہ دستاویزات کس حد تک اور کس طرح ادارہ تحقیقاتِ اسلامی سے متعلق ہیں۔

اس مطالعے میں شامل دستاویزات میں ادارہ احیائے ملت اسلامیہ کا اعلامیہ، قرار دادِ مقاصد، دستور اسلامی جمہوریۂ پاکستان ۱۹۵۶ء، دستورِ پاکستان ۱۹۶۲ء، عبوری دستور پاکستان ۱۹۷۲ء، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے قیام سے متعلق اجلاس کی روداد اہم اجلاسوں کی کارروائیاں، حکم نامے، اعلامیہ، قرار دادیں اور دوسری دستاویزات بھی

۞ لیکچرر شعبہ شریعہ، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد۔ (tahira.ifraq@aiou.edu.pk)

شامل ہیں۔ ان دستاویزات کے حوالے سے زیادہ تر مواد ادارہ تحقیقات اسلامی کی ڈاکٹر محمد حمید اللہ لائبریری سے حاصل کیا گیا ہے اور اس کی تاریخی ترتیب دی گئی ہے۔

۱– ادارہ احیاے ملت اسلامیہ (۱۹۴۷ء تا ۱۹۵۲ء)

ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام سے پہلے ادارہ احیاے ملت اسلامیہ قائم کیا گیا۔ بعد میں یہ ادارہ ختم کر کے اس کے مقاصدِ قیام کو ادارہ تحقیقات اسلامی کے مقاصد میں ضمّ کر دیا گیا۔ ادارہ احیاے ملت اسلامیہ (Department of Islamic Reconstruction)۔ ۲۷/ فروری ۱۹۴۸ء کو سرکاری اعلامیہ کے مطابق قائم ہوا۔[۱]

اس اعلامیہ میں علامہ محمد اسد کو ادارے کا ڈائریکٹر اور ڈاکٹر ایچ۔ ایف الحمدانی کو اسسٹنٹ ڈائریکٹر مقرر کیا گیا۔ ادارے کے قیام کے حوالے سے علامہ محمد اسد لکھتے ہیں کہ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے فوراً بعد مجھے حکومت پاکستان کی طرف سے ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک ری کنسٹرکشن قائم کرنے اور اس کے ڈائریکٹر کے طور پر کام کرنے کے لیے کہا گیا۔ یہ ادارہ وزیر اعلیٰ پنجاب نواب افتخار حسین ممدوٹ نے علامہ اسد کی سربراہی میں قائم کیا اور اس کا نام علامہ محمد اسد ہی نے تجویز کیا اور ساتھ ہی اس کا بجٹ بھی مختص کر دیا گیا۔ اس ادارے میں ابتدائی طور پر تیرہ ملازمین تھے اور اس کے قیام کا بنیادی مقصد زندگی کی انسانی خطوط پر تعمیر نو کے لیے اپنے معاشرے کی مدد کرنا تھا، اسی لیے اس کا نام ادارہ احیاے ملت اسلامیہ رکھا گیا۔[۲]

ادارے کے منشور میں ریاست گری اور معاشرہ سازی کے اسلامی نظریات کو اجاگر کر کے پیش کرنا تھا نیز اسی منشور کے مطابق آنے والی سیاسی حکومت نے ریاست پاکستان کے دستور کا خاکہ پیش کرنا تھا۔ اس ادارے کو ایک الگ وزارت احیاے ملت اسلامیہ اور برقیات میں شامل کیا گیا۔

۱۹۴۷ء میں بائیس صفحات پر مشتمل اس ادارے کا کتابچہ چھپا۔ اس کتابچے میں پاکستانی معاشرے کو اسلامی رخ کے مطابق ڈھالنے اور تشکیل نو کے عمل کو کام یابی سے ہم کنار کرنے کے لیے پانچ شعبہ ہاے زندگی متعین کیے گئے جو حسب ذیل تھے:

۱– تعلیم

۲– اسلامی قانون اور معاشرتی تشکیل نو

1– *West Punjab Gazette*, Notification No. 1180-II-48, 6855 dated: 18-02-1948.

2– Muhammad Asad, *The Road to Mecca* (London: Max Reinhardt, 1954), 1-4.

۳۔ اسلامی قانون اور معیشت

۴۔ اوقاف کا مربوط نظام

۵۔ اجتماعی اخلاقیات / معاشرتی خود اعتمادی

ادارے نے اپنے مقاصد کے اہداف کے لیے انگریزی اور اردو میں ایک مجلہ **عرفات** کے نام سے بھی شروع کیا۔ بعد میں یہ ادارہ ختم ہو گیا اور اس کے مقاصد ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے مقاصد میں ضم کر دیے گئے۔ دو سال کا عرصہ گزرنے کے بعد علامہ اسد کا تبادلہ پاکستان کی وزارت خارجہ سروس میں کر دیا گیا۔ ۱۹۴۹ء تک یہ ادارہ ایک فعال ادارہ تھا، ۱۹۵۰ء کے بعد یہ ادارہ نواب زادہ لیاقت علی خان کی وزارت عظمی کے دوران موجود رہا لیکن اس کے بعد یہ ادارہ غیر مؤثر ہو گیا۔[۳]

۲۔ قرارداد مقاصد

ا۔ قرارداد مقاصد کا تعارف

قراردادِ مقاصد پاکستان کے دستور کی پہلی تاریخی دستاویز ہے جس کی بنیاد پر آگے چل کر دستور پاکستان کی عمارت تعمیر کی گئی۔ پاکستان کے تینوں دساتیر میں اس کو ابتدائیہ کے طور پر شامل کیا گیا۔ ۱۹۸۵ء میں اسے آئین پاکستان کا حصہ بنا دیا گیا۔[۴] قراردادِ مقاصد ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو لیاقت علی خان کی قیادت میں منظور کی گئی اور اس کی منظوری اکثریت نے دی اور اسی سے پاکستان میں دستور سازی کا عمل شروع ہوا۔

پاکستان کی دستور سازی کا آغاز در حقیقت اسی دن ہو گیا تھا جس دن قرارداد لاہور، جو آگے چل کر قراردادِ پاکستان کے نام سے جانی جاتی ہے، منظور کی گئی تھی۔ اسی قرارداد میں برصغیر کے لیے الگ وطن کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ قانون آزادیِ ہند مجریہ ۱۹۴۷ء کی رو سے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کچھ ترامیم کے ساتھ پاکستان کے عبوری آئین کے طور پر اپنا لیا گیا، جب کہ قائد اعظم کا مطمحِ نظر ایک حقیقی اسلامی ریاست کا قیام تھا، لہٰذا انھوں نے دستور سازی کے لیے ایک دستور ساز اسمبلی تشکیل دی۔ اس دستور ساز اسمبلی کے ذمے دو کام تھے: ایک تو پاکستان کے لیے آئین کا ڈرافٹ تیار کرنا اور دوسرا قانون ساز ادارے کے طور پر بھی فرائض انجام دینا۔[۵]

۳۔ اکرام الحق یاسین، **اسلامی نظریاتی کونسل: ادارہ جاتی پس منظر** (اسلام آباد: اسلامی نظریاتی کونسل، جون ۲۰۱۶ء)، ۶۹- ۸۲۔

4– Hassan Abbas, *Poleaxe or Politics of Eighth Amendment, 1985-1997* (Lahore: Watandost, 1997), 77.

5– Baz Muhammad, *Constitution Making in Pakistan: 1947-1985* (Karachi: Royal Book Company, 1995), 6-8.

قرارداد مقاصد کو پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی میں وزیراعظم جناب لیاقت علی خان نے ۷/ مارچ ۱۹۴۹ء کو پیش کی۔ اس قرارداد پر ۸/ مارچ سے ۱۲ مارچ تک بحث و مباحثہ ہوا اسے ۱۲/ مارچ ۱۹۴۹ء کو دستور ساز اسمبلی نے منظور کیا قراردادِ مقاصد نے اس بات کو طے کر دیا کہ پاکستان کا دستور اسلام کے نظریات اور عقائد کی روشنی میں ترتیب دیا جائے گا۔ قراردادِ مقاصد پاکستان میں آئین سازی کی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ تاریخی دستاویز اسلام اور جدت کا بہترین امتزاج ہے۔[۶]

قرارداد مقاصد کو ۱۹۵٦ء، ۱۹٦۲ء اور ۱۹۷۳ء کہ آئین میں ابتدائیہ کے طور پر شامل کیا گیا تھا۔ ابتدائیہ کا مطلب بنیادی تعارفی الفاظ، اور جب یہ کسی آئین کا ابتدائیہ ہو تو اس کے بنیادی مقاصد اور ترجیحات کی نشان دہی کرتا ہے۔ آئین کو بنانے کے کیا اہداف ہیں اور کن قواعد و اصول کی روشنی میں اس کو تشکیل دیا جائے گا؛ دستاویز کا ابتدائیہ ہی ان تمام امور کا احاطہ کرتا ہے اور آئین تشکیل دینے والوں کی رہ نمائی کرتا ہے اور بعد ازاں آئین کی شقوں کی تشریح میں بھی معاون ثابت ہوتا ہے۔[۷] قرارداد مقاصد کی اس اہمیت کے پیش نظر اس دستاویز کو آرٹیکل (A) 2 میں آٹھویں ترمیم کے ذریعے ۱۹۸۵ء میں آئین کا باقاعدہ حصہ بنا دیا گیا۔[۸]

ب۔ ۱۲/ مارچ ۱۹۴۹ء میں منظور ہونے والی قراردادِ مقاصد کا متن

قرارداد مقاصد دستور سازی کی پاکستانی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ وہ بنیادی دستاویز ہے جس میں ان مستحکم (Firm) اور ناقابل ترمیم بنیادوں کی نشان دہی کر دی گئی جو بعد کے ادوار کے دستور میں سنگ میل کی حیثیت اختیار کر گئیں۔ یہ قرارداد اسلامی، جمہوری اور جدید پاکستان کی اساس ہے۔ اس قرارداد کا متن حسب ذیل ہے: "چوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کل کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور پاکستان کے جمہور کو جو اختیار و اقتدار اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق ہو گا، وہ ایک مقدس امانت ہے۔"[۹]

چوں کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے اعلان فرمایا تھا کہ پاکستان عدل عمرانی کے اسلامی اصولوں پر مبنی مملکت ہو گی اور چوں کہ مجلس دستور ساز نے، جو جمہور پاکستان کی نمائندہ ہے، آزاد و خود مختار مملکت پاکستان کے

6– Sharif al-Mujahid, *Ideological Orientation of Pakistan* (Karachi: National Book Foundation, 1976), 2-8 ; Baz Muhammad, Ibid., 9-10.

7– *Oxford Dictionary of Law* (New York: Oxford University Press), 416.

8– Abbas, *Poleaxe or Politics of Eighth Amendment*, 1885-1997 77.

9– "The Objectives Resolution", *Islamic Studies, Islamabad,* 48:1 (2009) 89-118.

لیے ایک دستور مرتب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کی رو سے مملکت اپنے اختیارات و اقتدار کو جمہور کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے گی اور جمہوریت، حریت، مساوات، رواداری اور عدل عمرانی کے اصولوں کو اسلام کی تشریح کے مطابق پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے گا، مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق ترتیب دے سکیں جس کی رو سے اس امر کا قرار واقعی انتظام کیا جائے گا کہ اقلیتیں آزادی کے ساتھ اپنے مذاہب پر عقیدہ رکھ سکیں اور ان پر عمل کر سکیں اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں، وہ علاقے جو اب تک پاکستان میں داخل یا شامل ہو گئے ہیں اور ایسے دیگر علاقے جو آئندہ پاکستان میں داخل یا شامل ہو جائیں، ایک وفاق بنائیں گے جس میں صوبوں کو مقررہ اختیارات و اقتدار کی حد تک خود مختاری حاصل ہو گی۔ اس کی رو سے بنیادی حقوق کی ضمانت کی جائے گی اور ان حقوق میں جہاں تک قانون و اخلاق اجازت دیں، مساوات حیثیت و مواقع قانون کی نظر میں برابری، عمرانی، اقتصادی اور سیاسی انصاف، اظہار خیال عقیدہ، دین، عبادت اور شرکت کی آزادی شامل ہو گی، اقلیتوں اور پس ماندہ و پست طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کا قرار واقعی انتظام کیا جائے گا، نظام عدل گستری کی آزادی پوری طرح محفوظ ہو گی، وفاقیہ کے علاقوں کی صیانت، اس کی آزادی اور اس کے جملہ حقوق کا، جن میں اس کے خشکی و تری اور فضا پر سیادت کے حقوق شامل ہیں، تحفظ کیا جائے گا، تاکہ اہل پاکستان فلاح و بہبود حاصل کریں اور اقوام عالم کی صف میں اپنا جائز و ممتاز مقام حاصل کر سکیں اور امن عالم برقرار رکھنے اور بنی نوع انسان کی ترقی و خوش حالی کے لیے پوری طرح کوشش کر سکیں۔[۱۰]

ج۔ قرارداد مقاصد کی قائد ملت جناب لیاقت علی خان کے الفاظ میں وضاحت

پاکستان کے پہلے وزیر اعظم جناب لیاقت علی خان نے قرار داد مقاصد کو پیش کرتے ہوئے جو شان دار خطاب کیا، وہ نہ صرف قرارداد مقاصد کی تشریح اور آئین سازی کرنے والوں کو رہ نما اصول فراہم کرتا ہے، بلکہ علمی اور ادبی اعتبار سے ایک شاہ کار ہے۔ لیاقت علی خان[۱۱] نے قرارداد مقاصد کا حوالہ دیتے ہوئے واضح کیا کہ

۱۰۔ دیکھیے: **اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور ۱۹۵۶ء**، دستور ساز اسمبلی ۱۹۵۶ء، ۱۔۲۔

11 – Government of Pakistan, *The Constituent Assembly of Pakistan Debates, official report of the fifth session of the Constituent Assembly of Pakistan* (Karachi: Government of Pakistan, 1949), V 1-7 ; Documents, The Objective Resolution, *Islamic Studies*, 48:1 (2009), 89-118 ; Constituent Assembly of Pakistan on dabates official report, 5:1-2; Sharif al-Mujahid, Op.cit., 35; Baz Muhammad, op.cit, 10-11.

بابائے قوم قائد اعظم محمد علی جناح بھی یہی چاہتے تھے اور اس کا اظہار انھوں نے کئی مواقع پر کیا اور قوم بھی ان کے نظریات سے اتفاق کرتی ہے۔

انھوں نے کہا کہ انسان چاہے جتنی بھی ترقی کر لے صرف اللہ تعالیٰ کی پہچان اور ادراک ہی اس کو بچا سکتا ہے۔ تمام تر طاقت جو انسانیت کے قبضے میں ہے، اس کو انھی اصولوں اور معیارات کے مطابق استعمال کرنا چاہیے، جو عظیم پیغمبروں نے بتائے۔ ہم پاکستانی اس بات سے نہیں شرماتے کے ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہم اپنے عقائد اور نظریات پر چلتے ہوئے دنیا کی فلاح میں حقیقی کردار ادا کر سکتے ہیں، چناں چہ اس بات کا برملا اظہار قرار داد کے ابتدائی الفاظ میں کیا گیا ہے کے حاکمیت اعلیٰ کی مالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو دنیا میں موجود حاکمیت کے تصورات سے مختلف ہے لیکن ہم پاکستان کے عوام اس بات پر دل کی گہرائیوں سے یقین رکھتے ہیں کہ طاقت کا استعمال اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق ہی کیا جائے۔ یہ طاقت عوام کے نمائندوں کے ہاتھوں میں ایک مقدس امانت ہے کہ یہ کہیں ظلم اور خود غرضی کا منبع نہ بن جائے لہٰذا عوام کے منتخب نمائندے اس طاقت کو اسلام کے اصولوں کے مطابق ہی استعمال کر سکیں گے۔

قائد ملت نے کہا کہ قرارداد مقاصد جمہوریت، آزادی، برابری، برداشت اور سماجی انصاف پر زور دیتی ہے۔ ان اصولوں کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق آئین میں شامل کرنا چاہیے، کیوں کہ یہ تمام اصطلاحات مختلف معنوں میں استعمال کی جاتی ہیں جیسا کہ مغربی طاقتیں اور سویت روس اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ ان کا نظام جمہوریت پر مبنی ہے، لیکن درحقیقت ان کا نظام مختلف ہے؛ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ان اصطلاحات کو اس طرح واضح کیا جائے کہ ان کے معنی سمجھ میں آ جائیں۔ جب جمہوریت کا لفظ اسلامی نقطۂ نظر سے استعمال کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہے تمام شعبہ ہائے زندگی؛ اس میں نظام حکومت اور معاشرہ دونوں شامل ہیں۔ اسلام رنگ و نسل کی بنیاد پر فرق پر یقین نہیں رکھتا تمام انسان برابر ہیں۔ اس لیے اسلامی معاشرہ رنگ و نسل کی اونچ نیچ سے پاک معاشرہ ہونا چاہیے۔[۱۲]

جناب لیاقت علی خان نے قرارداد مقاصد کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ قرارداد کی اگلی شق یہ کہتی ہے کہ مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیاں اسلام کی تعلیمات اور قوانین، جو کہ قرآن اور سنت میں موجود ہیں، اس کے مطابق گزاریں گے۔ اس بات پر کسی غیر مسلم کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ مملکت کا کردار ایک

۱۲۔ نفس مصدر۔

غیر جانب دار مشاہدہ کار کا نہیں ہونا چاہیے؛ کیوں کہ مملکت کا ایسا کردار اس مملکت کو بنانے کے نظریات کی ہی نفی کرتا ہے۔ یہ مملکت ایک حقیقی اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے ساز گار حالات فراہم کرے گی۔ اس کا مطلب ہے کہ مملکت کو ان کوششوں میں ایک مثبت کردار ادا کرنا ہوگا۔ قائداعظم اور مسلم لیگ کے دیگر قائدین نے ہمیشہ اس بات کی وضاحت کی کہ مسلمانوں کا پاکستان بنانے کا مطالبہ اس حقیقت پر مبنی ہے کہ مسلمانوں کا زندگی گزارنے کا طریقہ اور ضابطہ ٔ حیات ہے۔ اسلام صرف بندے اور اللہ کے درمیان تعلق کا نام نہیں، بلکہ یہ زندگی کے تمام شعبوں میں رہ نمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلام زندگی گزارنے کا طریقہ ہے۔ یہ محض انفرادی عقائد اور اعمال کا نام نہیں اور یہ اپنے پیروکاروں سے ایسے معاشرے کے قیام کا مطالبہ کرتا ہے جہاں اسلام کے اصولوں کے مطابق ایک اچھی زندگی گزاری جاسکے۔ [۱۳]

انھوں نے مزید کہا کہ تمام مسلمان قرآن اور سنت کو اسلام کا بنیادی ماخذ سمجھتے ہیں، اس لیے اسلام میں ایسا کوئی فرقہ نہیں جو ان پر یقین نہ رکھتا ہو۔ یہ مملکت خداداد ایک ایسا اسلامی معاشرہ قائم کرنا چاہے گی جس میں اختلافات نہ ہو، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مذہبی فرقوں کو اپنے فرقوں کا پرچار کرنے کی آزادی نہیں دی جائے گی۔ تمام فرقوں کو اپنے عقائد کی تبلیغ کرنے کی مکمل آزادی فراہم کی جائے گی۔ درحقیقت ہمیں یہ امید ہے کے مختلف فرقے آپ ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق ہی عمل کریں گے کہ اہل ایمان کے درمیان اختلاف رائے رحمت ہے۔ اب یہ ہم پر ہے کہ ہم ان اختلافات کو اسلام اور پاکستان دونوں کے لیے طاقت کا ذریعہ بنائیں نہ کہ ان کو چھوٹے مفادات کے حصول کے لیے استعمال کریں جو اسلام اور پاکستان دونوں کو کم زور کرنے کا باعث بنے گا۔ چناں چہ یہ واضح ہے کہ یہ شق مسلمانوں کو وہ موقع فراہم کرتی ہے جس کے لیے وہ لمبے عرصے سے جدوجہد کر رہے تھے تاکہ ایک ایسی مملکت بنائیں جو ایک ایسی تجربہ گاہ ثابت ہو جو دنیا کو بتائے کہ اسلام نہ صرف دنیا میں ایک ابھرتی ہوئی طاقت ہے بلکہ انسانیت کو لگی ہوئی بہت ساری بیماریوں کا علاج بھی فراہم کرتا ہے۔

قرارداد مقاصد میں غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے جناب لیاقت علی نے فرمایا کہ ہم نے ایک اسلامی معاشرے کے قیام میں غیر مسلموں کے حقوق کو نظر انداز نہیں کیا۔ اسلامی تہذیب و تمدن کے تنوع کی تاریخ اس بات کا اظہار کرتی ہے کہ مسلمان حکومتوں اور سلطنتوں کے زیر سایہ پلنے والی اقلیات کی تہذیب و ثقافت نے مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کی خوب صورتی میں اضافہ کیا۔ لہٰذا اقلیات

۱۳۔ نفس مصدر۔

نہ صرف مکمل آزادی کا زمانہ دیکھیں گی، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اکثریت کی جانب سے پسندیدگی اور قبولیت بھی پائیں گی جو مسلمانوں کی تاریخ کے مطابق ان کے کردار کا خاصہ ہے۔

قراداد مقاصد نے ریاست پاکستان کی مختلف اکائیوں کو ایک وفاق میں جوڑنے کا طریقہ و اسلوب بھی بیان کر دیا۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے پاکستان کے پہلے وزیر اعظم نے کہا کہ ملک میں وفاقی طرز حکومت ہو گا۔ ہماری یہ نیت نہیں کہ کچھ بنیادی حقوق ایک ہاتھ سے دیے جائیں اور دوسرے ہاتھ سے لے لیے جائیں۔ ہم ایک ایسی آزاد حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں جہاں ممبران کو بہت زیادہ آزادی حاصل ہو۔ قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔ پاکستان صرف دولت مندوں کے حقوق کا تحفظ نہیں کرے گا۔ ہم ایک ایسی معیشت تشکیل دینا چاہتے ہیں جو اسلام کے اصولوں کے مطابق ہو، جو پیسے کی بہتر تقسیم کرے اور ضروریات کو پورا کرے۔ غربت اور جہالت جو پاکستان کی کامیابی کے راستے میں رکاوٹ ہیں ان کا قلع قمع لازمی کیا جائے گا۔ ہم ریاست کو آزادی، ترقی اور سماجی انصاف کے اصولوں پر چلانا چاہتے ہیں۔ بہت سے ایسے حقوق ہیں جن کا تحفظ اقلیات کی خواہش ہے اور قرارداد مقاصد وہ تحفظ فراہم کرتی ہے۔

قائد ملت نے قرارداد مقاصد کے متعلق اپنی گفت گو سمیٹے ہوئے فرمایا کہ ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ قراردادِ مقاصد کے اصولوں کی روشنی میں جو ہم نے اپنے آئین کی بنیاد رکھی ہے، وہ پاکستان کو ترقی کے راستے پر ڈال دے گی اور وہ وقت دور نہیں جب پاکستان کے شہری طبقاتی و نسلی تعصبات سے پاک پاکستان پر فخر کریں گے۔ یہ قراردادِ مقاصد ایک ایسا ماحول پیدا کرنے کی جانب پہلا قدم ہے جو قوم کی روح کو بیدار کر دے گا۔[۱۴]

قراداد مقاصد کے متن پر دستور ساز اسمبلی میں آزانہ بحث و مباحثہ ہوا تھا۔ قائد ملت جناب لیاقت علی خان کے علاوہ اس قراراد پر جناب Bhupendra Kumar[۱۵]، جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی،[۱۶] جناب مولانا شبیر احمد عثمانی[۱۷] اور میاں افتخار الدین[۱۸] جیسے ممبران اسمبلی نے بھی حصہ لیا تھا۔[۱۹]

۱۴- نفس مصدر۔

۱۵- جناب Bhupendra جو کہ کانگریس پارٹی سے تعلق رکھتے تھے نے ۸/مارچ ۱۹۴۹ء کو اظہار خیال کیا؛ دیکھیے:
The Constituent Assembly of Pakistan Debates, V: 38 : 43.

۱۶- جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے قرارداد مقاصد پر ۹/مارچ ۱۹۴۹ء کو اظہار خیال کیا؛ دیکھیے:
The Constituent Assembly of Pakistan Debates, V: 38 : 43.

۱۷- جناب علامہ شبیر احمد عثمانی نے ۹/مارچ ۱۹۴۹ء کو قرارد مقاصد پر اظہار خیال کیا۔ دیکھیے: مصدر سابق، ۴۳: ۸۳۔

۱۸- میاں افتخار الدین نے قرارد مقاصد پر ۱۰/مارچ ۱۹۴۹ء کو اظہار خیال کیا؛ دیکھیے: مصدر سابق، ۵۱: ۵۵۔

19– Sharif al-Mujahid, *Ideological Orientation of Pakistan*, 1-47.

د۔ قرارداد مقاصد کی دستوری اہمیت

قرارداد مقاصد الفاظ کے معمولی رد و بدل کے ساتھ ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۲ء کے دساتیر میں بطور مقدمہ یا Preamble شامل تھی اس کی یہی پوزیشن ۱۹۷۲ء کے Interim Constitution اور ۱۴/ اگست ۱۹۷۳ء میں نافذ ہونے والے مستقل دستور میں بھی باقی رہی۔ یہ دستور کا حصہ نہ تھی۔ اس لیے جب مختلف عدالتوں میں اس کے حوالے دیئے جاتے تھے تو اس کی دستوری حیثیت کا سوال اٹھتا تھا۔ اس قرارداد کو Supra-Constitutional Instrument کی حیثیت حاصل نہ تھی اور اسے بطور unjusticeable and Preambulatory Provision کے طور پر لیا جاتا تھا۔ اس ضمن میں چیف جسٹس جناب جسٹس محمود الرحمٰن نے ایک مشہور کیس میں Observation دیتے ہوئے کہا:

> Therefore, in my view, however, solemn or sacrosanct a document if it is not incorporated in the constitution or does not form a part therefore it cannot control the constitution.[20]

قرارد مقاصد کی دستوری حیثیت میں نمایاں تبدیلی اس وقت ہوئی جب ۳۰/ دسمبر ۱۹۸۵ء کو مارشل لاء اٹھانے اور ۱۹۷۳ء کے دستور کو بحال کرنے کا اعلان ہوا تو اس قرارداد کو دستور پاکستان کا حصہ بنا دیا گیا۔[۲۱] اس غرض سے دستور پاکستان میں آرٹیکل نمبر 2(A) کا اضافہ کیا گیا۔[۲۲]

ہ۔ قراردادِ مقاصد کا ادارہ تحقیقات اسلامی سے تعلق

قرار دادِ مقاصد قیام پاکستان کے دو سال بعد منظور ہوئی۔ اس قرارداد میں ان اہداف کا تعین کر دیا گیا جن کو حاصل کرنا ریاست پاکستان کی بنیادی ذمے داری تھی۔ اس قرارداد میں کہا گیا کہ جمہوریت، حریت، مساوات، رواداری، عدل عمرانی کے اصولوں کو، جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے، پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے گا۔ مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات ومقتضیات

20– Zia-ur-Rehman vs The State PLD, 1973, S.C.49.

21– Revival of the Constitution of 1973 Order, 1985 (P.O No. 14 of 1985).

۲۲– دیکھیے:

Lecture of Mr. Justice Dr. Naseem Hasan Shah, Judge, Supreme Court of Pakistan to the Participants of the 1st Lawyers Shariah Course on August 3, 1987 at IIUI, *Islamic Studies*, 24:4 (1987).

کے مطابق، جس طرح کے قرآن پاک و سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے، ترتیب دے سکیں۔ قرارداد مقاصد کی یہ دونوں اہم دفعات ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کی وجہ بنیں بعد میں جب ۱۹۵۶ء کے دستور میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کو متعلقہ دفعات کا حصہ بنایا گیا تو اس کی بنیاد قرارداد مقاصد کے یہی دو نکات تھے۔ انھی نکات کی بنیاد پر دستور ساز اسمبلی کے ممبران نے دستور پاکستان ۱۹۵۶ء کی تشکیل کے مباحث میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کو تجویز کیا۔[۲۳]

۳۔ اسلامی جمہوریۂ پاکستان کا ۱۹۵۶ء کا دستور

ا۔ ۱۹۵۶ء کے دستور پاکستان کی تشکیل

۱۴/ اگست ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد مسلمانان پاکستان کو جہاں اور بہت سارے ان گنت مسائل کا سامنا تھا ان میں جو سب سے بڑا چیلنج نئی ریاست کے لیے آئین / دستور بنانا بھی تھا۔ کسی ملک کا دستور وہ اہم دستاویز ہوتی ہے جس کے ذریعے کوئی ملک اپنا نظم ونسق چلاتا ہے۔ حکومت اور اداروں کو چلانے کے لیے بنیادی قواعد وضوابط کسی ملک کا دستور ہی دیتا ہے، اس لیے دستور کسی ملک کا بنیادی قانون کہلاتا ہے۔[۲۴] ملک کے اندر بننے والے تمام قوانین اسی کے تابع ہوتے ہیں اور یہ کسی ملک کے سیاسی عقائد کا لکھا ہوا اعتراف ہوتا ہے۔

تھومس پائن (Thomas Paine) آئین کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کے آئین حکومت بننے سے پہلے بنتا ہے اور حکومت کو وجود میں آئین ہی لے کر آتا ہے، لہٰذا آئین بنانا حکومت کا کام نہیں ہے، بلکہ ان لوگوں کا ہے جو گورنمنٹ / حکومت کو لے کر آتے ہیں اور حکومت آئین کے بغیر ایسی ہے جیسے حق کے بغیر طاقت۔[۲۵]

آئین سازی اور اس کو ترجیحی بنیادوں پر اختیار کرنا رسول ﷺ کی سنت سے بھی ثابت ہے۔ دوسرے تمام تر امور اور چیلنجوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ ﷺ نے سب سے زیادہ اہمیت آئین سازی کے کام کو دی کیوں

۲۳۔ خالد مسعود، "ادارہ تحقیقات اسلامی کے اغراض ومقاصد"، **فکرونظر**، ۱۳: ۱۱ (مئی ۱۹۷۶ء)، ۷۲ ؛ *Handbook and Master Plan of Islamic Research Institute*, 1980, 13.

24 – K.C.Wheaye, *Modern Constitution* (London: Oxford University Press, 1958), 46.

25– Thomas Paine, "Rights of Man", Quoted in E.C.S. Wade and W.Godfrey Phillips, *Constitutional and Administrative Law* (London: 1978), 2.

کہ اسلامی مملکت کو اندرونی اور بیرونی خطرات سے بچانے کے لیے آئین ہی بہترین آلے کے طور پر استعمال کیا جا سکتا تھا اور آپ ﷺ کا یہ قدم جو تاریخ میں میثاق مدینہ کے نام سے جانا جاتا ہے در حقیقت دنیا کی پہلی اسلامی ریاست کا پہلا لکھا ہوا دستور تھا، جس کے اندر پوری انسانیت کے لیے مملکت اور آئین کے رہ نما اصول موجود ہیں۔[۲۶]

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے آئین سازی کا مقدس فریضہ دستور ساز اسمبلی کے سپرد کیا جو عوامی نمائندوں پر مشتمل تھی۔[۲۷] عبوری دستور پاکستان کے عوام کی ان امنگوں کی ترجمانی نہیں کر رہا تھا، جس کے لیے انھوں نے علاحدہ وطن کا مطالبہ کیا تھا، اس لیے نوزائیدہ مملکت کا صحیح دستور بنانے کے لیے ایک دستور ساز کمیٹی بنائی گئی۔ اس کمیٹی نے متفقہ طور پر قائد اعظم محمد علی جناح کو پہلا صدر منتخب کر لیا۔[۲۸]

ب۔دستور ساز اسمبلی کا قیام

۱۹۴۵۔ ۴۶ء میں برطانوی حکومت کے زیر اہتمام صوبوں اور مرکز کے انتخابات منعقد ہوئے تو کانگریس نے عمومی سیٹوں پر اکثریت حاصل کی تھی، جب کہ مسلم لیگ نے مسلم سیٹوں پر اکثریت حاصل کی۔ انھی انتخابات کے نتیجے میں ۱۹۴۶ء میں ابتدائی شکلوں میں مجلس دستور ساز برائے متحدہ ہندوستان وجود میں آئی۔ مسلم لیگ نے اس موقع پر پاکستان کے لیے الگ مجلس دستور ساز کا مطالبہ کیا اور ۱۹/ دسمبر ۱۹۴۶ء میں دستور ساز

۲۶۔ میثاق مدینہ کی تفصیلات کے لیے دیکھیے:

Muhammad Hamidullah, *The First Writen Consititution in the World* (Lahore: S4 Muhammad Ashraf, 1968) ; Zulfiqar Khalid Maluka, *The Myth of Constitutionalism in Pakistan* (Karachi: Oxford University Press, 1995), 13; Uri Rubin, "The Constitution of Medina Some Notes", *Studia Islamica*, 62 (1985), 5-23 ; Michael Lecker, *The Constitution of Medina; Muhammad's First Legal Document* (Princeton, NJ: The Darwin Press, 2004); Muhammad Nazeer Kaka Khel, "Foundation of the Islamic State at Medina its Constitution", *Islamic Studies*, 21: 3 (Autumn, 1982), 61-88 ;

خورشید احمد، **پاکستان میں آئین کی تدوین اور جمہوریت کا مسئلہ** (کراچی: مکتبہ معاویہ، ۲۰۱۷ء)، ۱۲۶۔

۲۷۔ نفس مرجع، ۱۵۔

28 – Maluka, op.cit., 119.

مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے:

Mahfuzul Huq, "Some Reflections on Islam and Constitution Making in Pakistan 1948-56)", *Islamic Studies*, 5:2 (1966), 209-220.

اسمبلی کے اجلاس کا بائیکاٹ کر دیا۔ ۳/ جون ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے لیے الگ مجلس دستور ساز کی تشکیل کر دی گئی۔ ۴/ جولائی ۱۹۴۷ء کو برطانیہ کی پارلیمنٹ میں آزادی ہند بل پیش کیا گیا جو ۱۹/ جولائی ۱۹۴۷ء کو آزادی ہند کے ایکٹ کے طور پر منظور ہو گیا۔ اسی ایکٹ کے تحت پاکستان اور ہندوستان کی الگ الگ دستور ساز اسمبلیاں وجود میں آ گئیں۔ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی ۱۹۴۷ء سے ۱۹۴۹ء تک کام کرتی رہی۔ ابتدائی طور پر اس کے اراکین کی تعداد ۵۴ تھی بعد میں ان کی تعداد میں اضافہ کیا گیا۔ اس دستور ساز اسمبلی نے ۱۲/ مارچ ۱۹۴۹ء کو قرارداد مقاصد منظور کی تھی اور اسی اسمبلی نے ۱۲/ مارچ ۱۹۴۹ء کو بنیادی اصولوں کی کمیٹی دستور پاکستان بنانے کے لیے تشکیل دی۔

۲۴/ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو گورنر جنرل غلام محمد نے یہ اسمبلی برخاست کر دی۔ ۲۷/ اپریل ۱۹۵۵ء میں گورنر جنرل نے نئی دستور ساز اسمبلی قائم کی، جس میں اراکین کی تعداد بڑھا کر ۸۰ کر دی گئی۔ اسی دستور ساز اسمبلی نے ۲۹/ فروری ۱۹۵۶ء کو ۲۳۴ دفعات پر مشتمل اسلامی جمہوریۂ پاکستان کے دستور کے مسودے کی منظوری دی۔ [۲۹]

ج۔ ۱۹۵۶ء کے دستور کی منظوری

پاکستان کا پہلا دستور ۲۳/ مارچ ۱۹۵۶ء کو پیش کیا گیا اور ۲۳ مارچ کا دن اس لیے چنا گیا کہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد پاکستان یا قرارداد لاہور منظور ہوئی تھی۔ اسی مناسبت سے اس دستور کو پیش کرنے کے لیے اس دن کا انتخاب کیا گیا۔ قیام پاکستان کے بعد جو سب سے بڑا تاریخ ساز واقعہ تھا وہ مملکت کے پہلے دستور کا پیش کرنا ہی تھا کیوں کہ کوئی مملکت اپنے دستور کے بغیر افعال سر انجام نہیں دے سکتی۔ پاکستان دنیا کی وہ واحد مملکت تھی جس کا قیام نظریے کی بنیاد پر عمل میں لایا گیا تھا۔ اس لیے یہ ضروری تھا کہ جس نظریے کے تحت پاکستان کو بنایا گیا ہے اسی نظریے کے تحت اس کو چلایا بھی جائے تا کہ وہ بنیادی مقاصد جن کے لیے لاکھوں مسلمانوں نے قربانیاں دی تھیں ان کی قربانیاں رائیگاں نہ چلی جائیں۔ ۱۹۵۶ء کا دستور ۲۳۴ دفعات اور ۶ ضمیموں پر مشتمل تھا۔ ان دفعات اور ضمیموں کے اندر نظم و نسق چلانے کے تمام قواعد و ضوابط کا احاطہ کیا گیا۔ اگر اس دستور کا بہ غور مطالعہ کیا جائے تو یہ پتا چلتا ہے کہ اس میں حکومت ہند کا قانون مجریہ ۱۹۳۵ء اور ۱۹۴۷ء کے عبوری دستور کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔ اور یہ اسی دستاویز کا تسلسل معلوم ہوتا ہے اگرچہ اس کی کافی دفعات اس سے مختلف بھی ہیں۔ [۳۰]

۲۹۔ حفیظ الرحمٰن صدیقی، **قرارداد مقاصد سے اسلامی قانون تک** (کراچی: طاہر سنز، ۱۹۸۱ء)، ۴۹؛ اکرام الحق یٰسین، مرجع سابق، ۸۳، ۱۳۱۔

۳۰۔ حفیظ الرحمٰن صدیقی، مرجع سابق، ۵۵۔

قرار داد مقاصد کو اس دستور میں ابتدائیے کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔ ۱۹۵۶ء کے دستور میں پاکستان کا نام اسلامی جمہوریۂ پاکستان رکھا گیا۔

۱۹۵۶ء کا دستور پارلیمانی نظام حکومت فراہم کرتا تھا۔ پارلیمانی نظام حکومت میں حکومت کے سربراہ اور ملک کے سربراہ کے درمیان امور کی انجام دہی کا فرق ہوتا ہے۔ صدر ملک کا سربراہ کہلاتا ہے اور اس کی طاقت محدود ہوتی ہے، جب کہ حکومت کا سربراہ وزیر اعظم کہلاتا ہے جس کا کام حکومت چلانا ہوتا ہے؛ لہٰذا وزیر اعظم اور اس کی کابینہ ہی مملکت کی اصل سربراہ ہوتی ہے۔ صدر کی کم از کم عمر ۴۵ سال طے کی گئی اور اس عہدے پر صرف اور صرف مسلمان ہی فائز ہو سکتا تھا۔ صدر ملک میں کی جانے والی قانون سازی کا بھی حصہ تھا کیوں کہ جتنے بھی قوانین پارلیمنٹ منظور کرے گی، وہ سب کے سب ملک کے سربراہ یعنی صدر کے سامنے پیش کیے جائیں گے تاکہ ان کی حتمی منظوری لی جا سکے۔ صدر چاہے تو ان بلوں کو منظور کر دے یا نامنظور کر دے۔ اگر بل پر دستخط کر کے منظور کر لیا جائے تو وہ قانون نافذ العمل ہو جاتا ہے۔ صدر چاہے تو ان قوانین پر نظر ثانی کے لیے دوبارہ قومی اسمبلی کو بھیج سکتا ہے۔ اگر صدر کسی قانون کے بل کو مسترد کر دے تو قومی اسمبلی دوبارہ وہی قانون پاس کروا کے صدر کے پاس منظوری کے لیے بھیج سکتی ہے؛ اس لیے صدر کے پاس نامنظور یا مسترد کرنے کے اختیارات محدود ہیں۔ اس دستور نے یک ایوان، جو کے قومی اسمبلی کہلاتا تھا، قائم کیا۔ وفاقی طرز حکومت اور آزاد عدلیہ فراہم کی گئی۔ بنیادی انسانی حقوق فراہم کیے گئے اور سب سے اہم خاصہ اس دستور کا اسلامی طرز کا ہونا تھا۔[۳۱]

د۔ ۱۹۵۶ء کے دستور کا ادارہ تحقیقات اسلامی سے تعلق

۱۹۵۶ء کے دستور کی خوبی یہ ہے کہ اس دستور میں پہلی مرتبہ ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کی تجویز کو دستوری تقاضے کے طور پر پیش کیا گیا۔

چوہدری معظم حسین (ظاہر الدین لال میاں) جو کہ دستور سازی اسمبلی کے ایک مایہ ناز رکن تھے، انھوں نے پہلی مرتبہ ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کے لیے تجویز پیش کی تھی اور ان کی تجویز نے دستور ساز اسمبلی کے سامنے ایک قرارداد کی صورت اختیار کر لی۔

۳۱۔ ۱۹۵۶ء کے دستور کی تفصیلات کے لیے دیکھیے:
Sharif al-Mujahid, *Ideological Orientation of Pakistan*, 162; Muhammad, *Consitution Making in Pakistan 1947-1985*, 22; Tanzil-ur-Rehman, *Objective Resolution and its Impact on Pakistan Consitution and Law* (Karachi: Royal Book Company, 1996), 42-45.

جناب آئی آئی چندر ریگر جو کے قانون کے وزیر تھے، انھوں نے ۹/ جنوری ۱۹۵۶ء کو پاکستان کے پہلے دستور کے حوالے سے بات کرتے ہوئے اس بات کا اعلان کیا کہ صدر ایک ادارہ قائم کریں گے جو "ادارہ تحقیق اسلامی و اعلیٰ تعلیم" کہلائے گا۔ جس کا مقصد مسلمان معاشرے کی اسلامی بنیادوں پر تشکیل جدید کرنا ہوگا۔ دستور ساز اسمبلی کے اراکین کی بحث و مباحثے کے نتیجے میں ۱۹۵۶ء کے دستور کی دفعہ ۱۹۷ کے تحت ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کو تجویز کیا گیا۔ اس ادارے کے قیام سے متعلقہ دستوری دفعات حسب ذیل ہیں:

اسلامی تحقیق و تعلیم کا ادارہ

(۱) پریزیڈنٹ ایک ادارہ "ادارہ تحقیق اسلامی و اعلیٰ تعلیم" کے نام سے قائم کرے گا تاکہ صحیح اسلامی بنیاد پر مسلم معاشرے کی جدید تنظیم کی جائے۔

(۲) پارلیمنٹ مجاز ہوگی کہ وہ بذریعہ قانون مسلمانوں پر ایک خاص ٹیکس عائد کرے جس کی آمدنی سے فقرہ (۱) کے تحت قائم کیے ہوئے ادارے کے مصارف پورے کیے جائیں گے اور باوجود کسی حکم کے جو دستور میں موجود ہو۔ ٹیکس کی آمدنی وفاقی مجموعی فنڈ میں شامل نہ کی جائے گی۔[۳۲]

۴۔ ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام سے متعلقہ دستاویزات

۱۹۵۶ء کے دستور کے مطابق ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کے اقدامات شروع ہوگئے۔ دستوری تقاضوں کے مطابق صدر پاکستان نے ایک کمیٹی کی تشکیل کی۔ اس کمیٹی کے ذمے ادارہ تحقیقات اسلامی کے خدوخال کی وضاحت کرنا تھی۔ اس کمیٹی نے ۱۴/ مارچ ۱۹۵۸ء کو ادارے کے مقاصد کی وضاحت کے لیے ایک قرارداد منظور کی۔

ا۔ ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کے حوالے سے منعقدہ اجلاس کی کارروائی

ڈاکٹر عطرت حسین زبیری ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۶۴ء میں ان کا انتقال ہوا۔ وہ پاکستان کے ایک نام ور ماہر تعلیم تھے۔ انھوں نے ایڈمبرا یونی ورسٹی سکاٹ لینڈ سے سر ہلبرٹ کی زیر نگرانی پی۔ ایچ۔ ڈی کی۔ انھوں نے اپنے کیریر کا آغاز بنگال سینٹر ایجوکیشن سروس میں انگریزی کے پروفیسر کے طور پر کیا۔ بعد میں وہ اسی کالج میں پرنسپل بھی مقرر رہوئے۔ ۱۹۵۳ء میں مشرقی پاکستان کی حکومت نے راج شاہی یونی ورسٹی قائم کی تو ڈاکٹر

۳۲۔ دیکھیے: *Islamic Studies* 34:4 (1995), 473-475.

عطرت کو اس یونی ورسٹی کا پہلا وائس چانسلر مقرر کیا گیا۔ ۱۹۵۷ء میں انھیں حکومت پاکستان کے ایجوکیشن ایڈوائزر کے طور پر مقرر کر دیا گیا۔ ۱۹۵۷ء میں ہی وہ یونیسکو کے ایگزیٹو بورڈ کے ممبر مقرر ہوئے۔(۳۳)

ڈاکٹر عطرت حسین نے ۱۴ مارچ ۱۹۵۸ء کو مرکزی وزارت تعلیم کی اس تنظیمی کمیٹی سے خطاب کیا جو دستور پاکستان کے تقاضوں کے مطابق ادارہ تحقیقات اسلامی قائم کرنے کے لیے قائم کی گئی تھی۔ اس خطاب کا آغاز کرتے ہوئے انھوں نے کہا:

> This is a memorable day indeed when we have gathered to consider and devise a plan for the organisation and development of the Islamic Research Institute as envisage laid down in the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan. The Article 197 of our Constitution lays down that "the President shall set up an organisation for Islamic research and instruction in advanced studies to assist in the reconstruction of Muslim society on a truly Islamic basis.

(حقیقت میں یہ ایک یادگار دن ہے جس میں ہم اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں بیان کردہ تخیّل کے مطابق ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی تنظیم و تشکیل کا منصوبہ زیر غور لانے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ ہمارے دستور کا آرٹیکل ۱۹۷ یہ قرار دیتا ہے کہ صدر اسلامی تحقیق کے لیے تنظیم اور اعلیٰ تعلیم کے لیے ہدایات تشکیل دیں گے تاکہ صحیح اسلامی بنیادوں پر مسلم سماج کی تشکیلِ جدید کی معاونت کی جاسکے۔)

انھوں نے مزید کہا کہ ہم صدر پاکستان کے شکر گزار ہیں، جنھوں نے انسٹی ٹیوٹ کے قیام کے لیے یہ کمیٹی قائم کی۔ انھوں نے اپنی تقریر میں انسٹی ٹیوٹ کے قیام کے مقاصد کی وضاحت بھی کی۔ اس ضمن میں انھوں نے کہا:

> This Institute will thus mainly be concerned with advanced studies which should be so conducted and organised that these may assist the nation in reconstructing Muslim society on a truly Islamic basis. It is significant that the aim is to reconstruct the entire Muslim society and not the Muslims in Pakistan alone and this reconstruction is to be based on true and authentic principles of Islam which are universal in their concept and

33– Syed Tajammal Hussain, Ali Muhammad Barque, *Who is Who in Pakistan*, 1963, 142; Fatima Jinnah, *My Brother, ed., Sharif al-Muhamad Mujahid* (Quaid-e-Azam Academy, 1987), IV.

> application. This Article of our Constitution therefore significantly defines the scope, character and nature of the Institute of Islamic Research.

(یہ ادارہ سیاسی طور پر اعلیٰ مطالعات سے متعلق ہو گا جنھیں اس قدر مربوط و منظم ہونا چاہیے جو قوم کو صحیح اسلامی بنیادوں پر مسلم سماج کی تشکیل میں معاون ہوں۔ یہ واضح ہے کہ یہ مقصد تمام مسلم سماج کی تشکیل نو کے لیے ہے نہ کہ اکیلے پاکستانی سماج کے لیے۔ یہ تشکیل نو اسلام کے ان مستند اصولوں کی بنیاد پر ہو گی جو اپنے تصوّر اور اطلاق میں آفاقی ہوں گے۔ ہمارے دستور کا یہ آرٹیکل واضح طور پر اسلامی تحقیق کے ادارے کی نوعیت اور دائرہ کار کی وضاحت کرتا ہے۔)

ڈاکٹر عطرت حسین نے اپنی اس تقریر میں ادارہ تحقیقات اسلامی کی انفرادیت کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ جدید تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ہے جس میں کسی دستور میں کسی ادارے کے قیام کی آئینی شق موجود ہو۔ یہ اعزاز صرف ادارہ تحقیقات اسلامی کو ہی حاصل ہوا ہے۔

ہماری ریاست ایک نظریاتی ریاست ہے جو وقت کے تقاضوں کے مطابق ہے۔ موجودہ ایٹمی دور کے کئی فلسفیوں نے جیسے کہ جیک میرٹین (Jacques Maritain) نے یہ محسوس کرنا شروع کر دیا کہ سیکولرازم، عیسائی ملکوں میں انحطاط اور معاشرتی بگاڑ پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ انھوں نے اس کے علاوہ دوسرے مغربی مفکرین کے ان خیالات کا اظہار کیا جن کا تعلق عقیدے، کام اور پرائیویٹ و پبلک اخلاقیات کے درمیان علاحدگی کے حوالے سے تھا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر عطرت حسین نے کہا کہ ہمیں ایک نئے اسلوب زندگی کی ضرورت ہے جو مختلف انتہاؤں کے درمیان خلیج کو دور کر سکے۔ اس ضمن میں انھوں نے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

> Those countries or societies which still pride on their secularism are living in back waters of nineteenth-century thought; the attempt in Pakistan to subject ourselves to a moral order, to fashion our society on the basic principles of Islam, to regard the temporal order including the State as subject to eternal order is not harking back to mediaeval theocracy but looking ahead to an age when people will realise again that there is an ultimate and intelligible unity that governs all existence.
>
> Islam gave to the world the concept that there was no duality in life, that the life Now and in the Hereafter were two facts of the same stream of life and consciousness and therefore, the Matter and Universe were Real and that consequently there was no dualism in intellectual pursuits also, there were no sacred and secular studies, all knowledge was sacred. If we have to

> reconstruct Muslim society on an Islamic basis, we have to recover not only for us, but for the entire civilized world, this sense of unity, coherence and purpose in life and in all its diverse activities which has been lost to Christendom since the time of the Renaissance. It is why in the history of Islam there has never been any conflict between religion and science, this was largely to the fact that Islam recognised the supremacy of Reason; our Prophet is reported to have said "God has created nothing better than Reason", and Muslim philosophers like Farabi and Avicenna have affirmed that the first thing created by God, the Primal Absolute Cause was Reason or the Active intelligence. It is why the Muslims inducted the scientific method in all their observations and studies.

(وہ ممالک اور معاشرے جو ہنوز اپنے سیکولرازم پر فخر محسوس کرتے ہیں، وہ انیسویں صدی کی سوچ کے تصورات میں جی رہے ہیں۔ پاکستان میں اپنے آپ کو ایک اخلاقی نظم کے تحت لانے اور اپنے معاشرے کو اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش نیز ریاست کے بہ شمول وقت نظم کو دائمی جاننا قرونِ وسطی کی مذہبیت کے تابع نہیں ہے، بلکہ ہمارا مقصود آگے ایک ایسے عہد کی طرف دیکھنا ہے، جب لوگوں کو ایک بار پھر اس بات کا یقین ہو گا کہ ایک وحدتِ مطلقہ ہے جو تمام وجود پر حاکم ہے۔ اسلام نے دنیا کو یہ تصور دیا کہ حیات میں دوئی نہیں ہے۔ دنیا و عقبی، زندگی کے ایک ہی دھارے کی دو حقیقتیں ہیں۔ مالکِ کائنات اور کائنات حقیقی وجود ہیں اور اس طرح فکری امور میں بھی دوئی نہیں ہے۔ دین اور دنیاوی علم کی کوئی تقسیم نہیں، تمام علم مقدس ہے۔ اگر ہم نے سماج کو اسلامی بنیاد پر تعمیر کرنا ہے تو ہم نے نہ صرف اپنے لیے بلکہ مہذّب دنیا کے لیے بھی تصورِ وحدت، نظم اور زندگی اور تمام سرگرمیوں میں مقصدیت کے تصوّر کی بازیافت کرنی ہے، جو عیسائی دنیا میں نشاتِ ثانیہ کے دور سے غائب ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی تاریخ میں مذہب اور سائنس کے درمیان کوئی تصادم نہیں رہا۔ اس کی بڑی وجہ یہ کہ اسلام عقل کی بالادستی کو تسلیم کرتا ہے۔ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ اللہ نے عقل سے بہتر کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ مسلمان فلسفی فارابی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا موقف ہے کہ اللہ نے سب سے پہلے عقل مطلق کی تخلیق کی۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے تمام مشاہدات و مطالعات میں سائنسی طریقِ کار کا استعمال کیا۔)

ڈاکٹر عطرت حسین زبیری نے اسلامی تاریخ میں علوم کے احیا پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ انھوں نے اپنی تقریر میں اخوان الصفاء کے مکتبِ فکر، جامعہ نظامیہ، بغداد، نیشاپور، دمشق، القدس، قاہرہ اور اسکندریہ کے مختلف مدارس کی مثالیں دیں اور بتایا کے کس طرح فلاسفی، قانون اور طبعی علوم مسلمان اداروں میں یکساں پڑھائے جاتے تھے۔ انھوں نے ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کے اسباب کی طرف نشان دہی کرتے ہوئے کہا:

Let us therefore revive in the context of our present circumstances the basic values of Islamic Humanism of the days of our glory which was a Humanism *integrale*, the integrale humanism of arts and sciences, and let us therefore hope that this Institute which begins its organised life today, will be an instrument of such a revival. The intellectual life of the Muslims was laid waste by two historical tragedies, the entanglement of Islam in the long-drawn out battles of Crusades and the crushing defeat which the Muslims suffered at the hands of the Mongol barbarians. After the civilization of centuries was laid waste and the intellectual treasures were lost for ever, national life disorganised and intellectual life shattered, and the flower of the nation put to the sword, the Islamic peoples lay really stupefied, and when they recovered and organised their system of education in the shape of *Madrasahs*, these institutions confined their studies to theological courses and the Muslim scholars became divines and theologians and concentrated their attention on the complexities of salvation in the Life Hereafter. Muslims are no longer living in the hour of decay and doom, we are under the shadow of God, masters of our own destiny and we therefore see no reason why this Institute of Islamic Research may not help the nation in reviving the lost values and fashioning the new ones according to the basic principles of Islam. As Shakespeare has said: "It is a chance which does redeem all sorrows that ever I have felt."

(آیئے ہم اپنے موجودہ حالات کے تناظر میں اسلامی انسانیت کی ان بنیادی اقدار کی تجدید کریں جن کا تعلق ہماری عظمتِ رفتہ کے ساتھ ہے۔ یہ اقدار علوم وفنون کی ایک متکامل انسانیت تھی۔ آیئے امید کریں کہ یہ ادارہ جو آج اپنی منظم زندگی شروع کر رہا ہے، اس طرح کی تجدید کا ایک آلہ کار ہوگا۔ مسلمانوں کی حیات دانش دو تاریخی المیوں کے باعث ضائع ہوئی ہے: طویل صلیبی جنگوں میں اسلام کا الجھاؤ اور منگولی بربریت کے ہاتھوں مسلمانوں کی روند ڈالنے والی شکست۔ صدیوں کی تہذیب کی بربادی اور فکری خزینوں کے نقصان کے بعد قومی زندگی ابتر اور فکری حیات منتشر ہوگئی۔ حیاتِ قومی، نذرِ شمشیر ہوگی، مذہبی لوگوں کے حواس مختل ہوگئے اور جب ان کی شیر ازہ بندہ ہوئی اور انھوں نے اپنا نظامِ تعلیم مدارس کی شکل میں منظم کیا۔ ان اداروں نے اپنی غور و فکر کا مرکز کلامی مباحث کو بنایا اور مسلمان علما ماہر کلام بن گئے اور ان کی توجہ حیاتِ اخروی کی نجات پر خاص ہوگئی۔ مسلمان بربادی کے وقت سے گزر رہے ہیں۔ ہم خدا کے سائے میں ہیں، اپنی تقدیر کے خود مالک ہیں، اس لیے اس بات کی کوئی وجہ نہیں کہ ادارہ تحقیقات اسلامی کیوں اسلام کے بنیادی اصولوں کی روشنی

میں تجدید اقدار اور تشکیل جدید میں معاون نہیں ہو سکتا، جیسا کہ شیکسپیئر کہتا ہے: یہ موقع ہے جو ان تمام غموں کی تلافی کرتا ہے جو کبھی میں نے محسوس کیے تھے۔)

اس تقریر کے اختتام پر ڈاکٹر عطرت حسین زبیری نے جناب ممتاز حسین صاحب کو ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کے ضمن میں ۱۹۵۸ء کی اس تقریب کے اختتام پر صدارت کی دعوت دی۔ (۳۴)

ب۔ ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کی قرار داد

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ۱۹۵۶ء کے دستور کی شق ۱۹۷ کے تحت صدر پاکستان سے کہا گیا:

> The President shall setup an organisation for Islamic Research and an institution in advance studies to assist in the reconstruction of Muslim society on truly Islamic basis.

(صدر اسلامی تحقیق کے لیے ایک انجمن اور اعلیٰ تعلیم کے لیے ادارہ قائم کرے گا تاکہ صحیح اسلامی اساسات پر مسلم سماج کی تعمیر میں معاون ہو۔)

اسی دستوری تقاضے کے پیش نظر صدر پاکستان نے ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کے لیے ایک آرگنائزنگ کمیٹی قائم کی۔ اس کمیٹی نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۴ مارچ ۱۹۵۸ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کے ضمن میں درج ذیل قرار داد پاس کی:

RESOLUTION

EMBODYING AIMS AND OBJECTIVES OF THE CENTRAL
INSTITUTE OF ISLAMIC RESEARCH ADOPTED
BY
THE ORGANISING COMMITTEE

> This Institute will be concerned with the study of Islam and its civilization and culture, and will promote research in all branches of thought and learning, in which Muslims have distinguished themselves in the past and which are of importance to them in present day conditions, in order to assist in the reconstruction of Muslim society on a truly Islamic basis.

۳۴۔ ڈاکٹر عطرت زبیری کی یہ تقریر ان کی بیگم محترمہ سعیدہ زبیری نے اسلامک سٹڈیز میں چھاپنے کے لیے دی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: *Islamic Studies* 34: 4 (1995), 473-75.

(اس ادارے کا نصب العین اسلام اور اس کی تہذیب و ثقافت کا مطالعہ ہے۔ یہ ادارہ فکر و تعلیم کی ان تمام شاخوں میں تحقیق کو پروان چڑھائے گا جن میں مسلمانوں نے ماضی میں امتیاز پایا ہے اور جو آج کے حالات میں بھی اہمیت رکھتی ہیں۔ اس کا مطمح نظر یہ ہوگا کہ صحیح اسلامی اساسات پر مسلم معاشرے کی تشکیل کی جائے۔)

اس قرار داد میں ادارہ تحقیقات اسلامی کی تحقیقی اور تعلیمی سرگرمیوں کی حدود کا تعین کیا گیا ہے، نیز بتایا گیا ہے کہ یہ ادارہ اسلامی تہذیب و ثقافت کے تمام پہلوؤں پر ایسی تحقیق کرے گا، جو اسلامی معاشرے کی تشکیل جدید میں معاون ثابت ہو۔ یہ قرار داد، قرار داد مقاصد، ۱۹۵۶ء کے آئین پاکستان اور ۱۹۶۰ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کے اعلامیے میں ذکر کردہ ادارے کے اہداف کے درمیان ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس قرار داد کے مندرجات، قرار داد مقاصد اور دستور پاکستان ۱۹۵۶ء سے لیے گئے ہیں اور اسی قرار داد کے الفاظ کو ادارہ تحقیقات اسلامی کے باضابطہ اعلامیے ۱۹۶۰ء میں بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ قرار داد ایک اہم تاریخی دستاویز ہے جو ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کے موقع پر ہونے والے غور و فکر اور اس ادارے کے اہم ترین ہدف کی نشان دہی کرتی ہے۔

اس قرار داد کا مرکزی نقطہ اسلامی تہذیب و ثقافت کے مختلف پہلوؤں پر ایسی تحقیق ہے جو دور حاضر میں اسلامی معاشرے کی تشکیل جدید میں مدد و معاون ثابت ہو سکے۔[۳۵]

ج۔ نوٹیفکیشن / وزارت تعلیم حکومت پاکستان ۱۰/ مارچ ۱۹۶۰ء

یہ نوٹیفکیشن اس لحاظ سے بہت اہمیت کا حامل ہے کیوں کہ اس کے ذریعے ادارہ تحقیقات اسلامی کو قائم کیا گیا۔ ۱۹۵۶ء کے دستور میں اسلامی تحقیق کے ادارے کو قائم کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ اس نوٹیفکیشن کا عنوان اسلامی تحقیق کے مرکزی ادارے کا قیام ہے جو کہ اسلامی تحقیق کو منظم کرے گا اور اس کی تشریح موجودہ زمانے کے لحاظ سے سائنسی، منطقی اور عقلی بنیادوں پر کرے گا اور مسلمانوں کو تاریخ، فلسفہ، سائنس اور کلچر کے میدان میں کام یابی سے ہم کنار کرے گا۔

اس اعلامیے میں جن اہداف کا تعین کیا گیا تھا، وہ یہ ہیں کہ اسلام کی تشریح اس کی اصلی بنیادوں پر کی جائے۔ بھائی چارے، برداشت اور سماجی انصاف کے اصولوں پر زور دیا جائے۔ اسلام کی تشریح اس طرح کی جائے

۳۵۔ قرارداد کے متن کے لیے دیکھیے: ۱۴/ مارچ ۱۹۵۸ء کی قرارداد کا متن جو کہ ادارہ تحقیقات اسلامی کی تاریخی گیلری میں آویزاں ہے۔

کہ وہ عقلی اور سائنسی ترقی کے اندر اپنا کردار ادا کر سکے۔ فکر، سائنس اور کلچر پر اس طریقے سے تحقیق کی جائے کہ مسلمان اپنا کھویا ہوا مقام ان شعبوں میں دوبارہ حاصل کر سکیں۔ اسلام، تاریخ، فلسفہ، قانون اور اصول فقہ کے شعبوں میں تحقیق کو منظم کرنے کے لیے مناسب اقدام کیے جائیں۔ اس نوٹیفکیشن میں الحاق یافتہ اداروں کا بھی قیام عمل میں لایا گیا۔ مرکزی تحقیقی ادارہ چاہے تو انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک کلچر لاہور، اسلامک اکیڈمی ڈھاکہ اور اقبال اکیڈمی کراچی کو الحاق دے سکتا ہے۔[۳۶]

اس اعلامیہ کے ذریعے صدر پاکستان کو ادارے کا پیٹرن ان چیف قرار دیا گیا۔ مزید بر آں ادارے کے بورڈ آف گورنرز کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔ جو کہ ادارے کا نظم و نسق چلائے گا۔ یہ بورڈ چیئر مین اور اراکین پر مشتمل ہو گا۔ وزیر تعلیم پاکستان (ex-officio) چیئر مین ہو گا، جب کہ ڈائریکٹر کو مرکزی حکومت نام زد کرے گی۔ ایک رکن اسلامی اکیڈمی ڈھاکہ کی نمائندگی کرے گا اور ایک اسلامی کلچر لاہور کی نمائندگی کرے گا۔ دو پاکستانی جامعات کے وائس چانسلرز ہوں گے اور چار دیگر اراکین بورڈ آف گورنرز کا حصہ ہونگے۔ ادارے کے ڈائریکٹر کا چناؤ، اس کا دورانیہ / مدت ملازمت، شرائط کا تعین، بورڈ آف گورنرز کرے گا، جو پیٹرن کی منظوری کے ساتھ مشروط ہو گا۔ پہلے ڈائریکٹر کا چناؤ اور تعیّن پیٹرن کے ذریعے ہو گا جو کہ اس کی مدتِ ملازمت / عہدے اور شرائط ملازمت کا تعین کریں گے۔ ایک مساوی کمیٹی کا قیام بھی عمل میں لایا گیا جس کا مقصد پاکستانی جامعات میں متعلقہ شعبوں میں ہونے والی تحقیق کی نگرانی کرنا تھا اور ایک سٹینڈنگ کمیٹی جو کہ کورڈینیٹنگ کمیٹی کہلائے گی، قائم کی جائے گی جو کہ ڈائریکٹرز سنٹرل انسٹی ٹیوف آف اسلامک ریسرچ کراچی (ex-officio)، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک کلچر لاہور (ex-officio)، اسلامی اکیڈمی ڈھاکہ (ex-officio)، اقبال اکیڈمی کراچی (ex-officio) پر مشتمل ہو گی۔ اس میں ایک نمائندہ بورڈ آف گورنرز آف سنٹرل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ریسرچ کراچی، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک کلچر لاہور، اسلامک اکیڈمی ڈھاکہ اور اقبال اکیڈمی کراچی کی طرف سے ہو گا۔ اس کے علاوہ پاکستانی جامعات سے تین اسلامی تعلیمات کے شعبوں کے سربراہان اور تین دوسرے اراکین ان سب کو مرکزی حکومت نام زد کرے گی اور یہ کورڈینیٹنگ کمیٹی کا حصہ ہوں گے۔ اس کمیٹی کا قیام جامعات میں تحقیق کے لیے دی جانے والی سہولیات کا جائزہ لینا اور جامعات کے درمیان ریسرچ / تحقیقی منصوبوں کو مختص کرنے کے لیے بورڈ آف گورنرز کو مشورہ فراہم کرنا ہے۔ یہ اراکین اپنے آفس کو تین سال کی مدت کے لیے سنبھالیں گے، سوائے ان اراکین کے جو کے ex-officio اراکین ہیں۔[۳۷]

36– Notification No. F. 15-1059-EIV Govterment of Pakistan Ministry of Education, dated 10-03-1960 article No. 2.

37– Ibid., article No. 4-5.

ادارے کا مالیاتی فنڈ حکومت پاکستان کی گرانٹ، دوسرے حکومتی ماخذ، غیر حکومتی Donations، اور دوسرے طریقوں سے مالی معاونت جیسے کتابوں کی فروخت وغیرہ پر مشتمل ہوگا۔ ادارے کے تمام اکاؤنٹس کو ایک بنک میں رکھا جائے گا جو کہ بورڈ کا نام زد کردہ ہوگا اور اس اکاؤنٹ کا سال میں ایک دفعہ اکاؤنٹنٹ کے ذریعے آڈٹ کروایا جائے گا۔ بیلنس شیٹ کی کاپی، آڈیٹر کے دست خط کے ساتھ ہر سال وزارت تعلیم کو بھیجی جائے گی۔ بورڈ آف گورنرز کو یہ اختیارات بھی دیے گئے ہیں کہ وہ ادارے کا بجٹ منظور کرے اور فنڈز کے خرچ کے لیے قوانین بنائے، ادارے کے ملازمین کے لیے ملازمت کی شرائط اور تنخواہ کے درجے کا تعین بھی بورڈ ہی کرتا تھا، ڈائریکٹر کی سفارش کے ساتھ سٹاف کی بھرتی تحقیق کے لیے ادارے کے قوانین بنانا اور تحقیق کے مخصوص پروجیکٹ جو کہ ملحقہ ادارے انجام دینا چاہتے ہیں ان کے لیے فنڈ کی منظوری تحقیقی کام کو چھاپنے کا انتظام کرنا اور ایسے تمام کام جو کہ ادارے کو چلانے کے لیے ضروری ہیں۔ اس حکم نامے میں طے کیا گیا کہ ادارے کا آفس کراچی میں ہوگا۔ (۳۸)

۵۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ۱۹۶۲ء کا دستور

ا۔ دستور کا تعارف

۱۹۶۲ء کا آئین ۲۵۰ آرٹیکل اور پانچ ضمیموں پر مشتمل تھا اور اس کو بارہ حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ یہ آئین صدارتی نظام حکومت فراہم کرتا تھا۔ صدر کا مسلمان اور پینتیس سال سے کم عمر نہ ہونا بنیادی شرائط تھیں۔ صدر نہ صرف مملکت کا سربراہ تھا، بلکہ حکومت کا سربراہ بھی تھا۔ ۱۹۶۲ء کا آئین لکھا ہوا اور نسبتاً غیر لچک دار تھا، کیوں کہ آئین میں ترمیم کرنے کے لیے نہ صرف ۳/۲ اکثریت چاہیے تھی، بلکہ صدر سے منظوری بھی لازم تھی۔ اردو اور بنگالی کو قومی زبانیں قرار دیا گیا اور بہت سی اسلامی دفعات بھی آئین میں شامل کی گئیں۔ یہ آئین یک ایوان قومی اسمبلی پر مشتمل ہوگا۔ عدلیہ کو آزادی اس طرح فراہم کی گئی کے سپریم کورٹ آئین کی تشریح کر سکے گی۔ پاکستان کے عوام کو کچھ بنیادی حقوق فراہم کیے گئے جو عام حالات میں ان سے چھینے نہیں جاسکتے۔ اس آئین کی رو سے اسلامی نظریاتی کونسل اور ادارہ تحقیقات اسلامی جیسے ادارے تجویز کیے گئے ہیں۔

۱۹۵۶ء کے آئین کے تحت پاکستان کو اسلامی جمہوریہ پاکستان قرار دے دیا گیا اس آئین میں بھی قرارداد مقاصد اس کا ابتدائیہ تھا۔ کچھ ترامیم کے ساتھ واضح طور پر اس بات کو طے کر دیا گیا کہ قرآن و سنت کی تعلیمات

۳۸۔ وزارت تعلیم، حکومت پاکستان نوٹیفکیشن نمبر F.15-1059-E.IV، راولپنڈی، ۱۰؍ مارچ ۱۹۶۰ء۔

کے خلاف کوئی بھی قانون قابل قبول نہیں اور پارلیمان کی یہ ذمے داری ہے کہ وہ دیکھیں کے جو قوانین اس وقت نافذ ہیں وہ قرآن وسنت کے احکامات کے منافی تو نہیں۔[۳۹]

ب- ۱۹۶۲ء کے دستور میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام سے متعلقہ دفعات

۱۹۵۶ء کے دستور کی طرح ۱۹۶۲ء میں بھی ادارہ تحقیقات اسلامی کا قیام تجویز کیا گیا۔[۴۰]

ادارہ تحقیقات اسلامی وہ پہلا اسلامی تحقیق کا ادارہ تھا جو ۱۹۶۲ء کے آئین کے تحت صدر مملکت نے قائم کرنا تھا۔ اس ادارے کے ذمے یہ کام تھا کہ اسلام کے مختلف شعبوں میں تحقیق کرنا اور اسلامی تحقیق کے طریقۂ کار کو وضع کرنا تاکہ مسلمان معاشرے کی اسلامی بنیادوں پر تشکیل جدید کرنے کا مقصد حاصل کیا جاسکے۔ لہٰذا اسلامی تحقیقاتی ادارے کو اسلامی قانون، اسلام کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی اداروں وغیرہ پر تحقیق اس طرح کرنی ہے، جو نہ صرف پاکستانی معاشرے بلکہ پوری امت مسلمہ کو رہ نمائی فراہم کرے۔

ج- ادارہ تحقیقات اسلامی سے متعلق وزارت تعلیم و پارلیمانی امور کا ۱۹۶۵ء کا اعلامیہ

وزارت تعلیم و پارلیمانی امور کا ۱۹۶۵ء میں جاری کیے جانے والا حکم نامہ دستور پاکستان ۱۹۶۲ء کی روشنی میں جاری کیا گیا تھا۔ اس نوٹیفکیشن کے ذریعے کہا گیا کہ آئین پاکستان کی دفعہ ۲۰۷ کے تناظر میں صدر پاکستان اسلامی تحقیقاتی ادارے کا قیام عمل میں لاتے ہیں جو کہ دستور کے تحت کام کرے گا۔

۱۹۶۵ء کے اس حکم نامے میں بورڈ آف گورنر کے اختیارات کا بھی ذکر کیا گیا اور ادارے کا نام اسلامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ہو گا۔ اس کا مرکزی دفتر اسلام آباد میں ہو گا یا پھر کسی ایسے مقام پر جہاں صدر چاہے۔ ادارے کا کام اسلامی تحقیق اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی معاشرے کی جدید تشکیل کرنا قرار دیا گیا، ادارہ تحقیقی کام کی کورڈینیشن کے لیے انسٹی ٹیوٹ آف اسلامی کلچر لاہور، اسلامی اکیڈمی ڈھاکہ، اقبال اکیڈمی کراچی اور کسی دوسرے ادارے جس کے افعال اس ادارے کے افعال (Affiliated bodies) سے ملتے جلتے ہوں ان کو الحاق دے سکتا ہے۔

اس حکم نامے کے مطابق ادارے کا نظم ونسق بورڈ آف گورنرز چلائے گا، جس کا چناؤ صدر کرے گا۔ بورڈ چیئرمین اور اراکین پر مشتمل ہو گا اور وزیر مذہبی امور (ex-officio) اس کا چیئرمین ہو گا۔ اراکین میں

39– Zulfikar Khalid Maluka, *The Myth of Constitutionalism in Pakistan* (Karachi: Oxford University, 1995), 183-189.

40- *Constitution 1962*, Part-X, Chapter 2, Art 207.

سیکرٹری، ڈائریکٹر آف انسٹی ٹیوٹ، ملحقہ اداروں کے دو نمائندے اور پانچ دوسرے اراکین جو مرکزی حکومت سے نام زد کردہ ہوں گے۔[۴۱]

بورڈ کے پاس ادارے کو چلانے کے لیے ضروری اقدامات کرنے کا اختیار ہو گا اور خصوصی طور پر بورڈ کے دائرۂ اختیار میں ادارے کا بجٹ اور ان شرائط کی منظوری کرنا شامل ہو گا، جن کی بنیاد پر کوئی تحقیقی منصوبہ کسی ادارے یا فرد کو ادارے سے باہر دیا جائے گا۔ تحقیقی کام کی پرنٹنگ اور چھپائی کی منظوری دینا، کسی مجلے کی پرنٹنگ اور چھپائی کی منظوری دینا صدر کی منظوری سے ادارے کے نظام کو چلانے کے لیے قوانین وضع کرنا اور خاص طور پر ادارے کے افسران اور سٹاف کا تقرر، مدت اور شرائط ملازمت اور ان کا پے سکیل کا تعین کرنا، ادارے کی اپنی پروسیڈنگ، کمیٹیوں کا تقرر، سفر اور روزانہ کے الاؤنسز، بورڈ کے ممبران ڈائریکٹر اور سیکرٹری کی ذمے داریوں اور اختیارات کا تعین کرنا بھی بورڈ کے ذمے ہی ہو گا۔

۱۹۶۵ء کے حکم نامے کی رو سے ادارے کے چیئر مین کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بورڈ کی میٹنگ بلائے، بورڈ کی میٹنگ چیئر مین کی سربراہی میں انجام پائے گی اور اس کی غیر موجودگی میں بورڈ کا ایسا نمائندہ جو چیئر مین نام زد کرے، بورڈ کے اجلاس کی صدارت کرے گا۔ بورڈ کی غیر موجودگی میں چیئر مین بورڈ کی طرف سے ہر فیصلہ لے سکتا ہے مگر اگلی میٹنگ میں وہ فیصلے بورڈ کے سامنے رکھنے ہوں گے۔ ڈائریکٹر کی کا تعین صدر پاکستان کے ذریعے ہو گا اور ڈائریکٹر کا کام عام طور پر تمام کاموں کی نگرانی کرنا ہے۔ ڈائریکٹر ادارے کا سربراہ ہو گا تمام تحقیقی اور دوسری سرگرمیاں اس کی مرضی و منشا اور زیر قیادت و نگرانی انجام پائیں گی، اگرچہ اس کے کاموں کی نگرانی بورڈ کرے گا۔ سیکرٹری کا تقرر صدر کرے گا اور سیکرٹری انتظامی، مالیاتی معاملات اور دوسرے معاملات بھی انجام دے گا، جو ڈائریکٹر اس کے ذمے لگائے اور اس کے افعال کی نگرانی ڈائریکٹر کرے گا۔ سیکرٹری اور ڈائریکٹر کے درمیان سیکرٹری کے کاموں کے حوالے سے تنازع کی صورت میں معاملات کو چیئر مین کو بھیجا جا سکتا ہے۔ سیکرٹری، بورڈ کا سیکرٹری بھی ہو گا اور تمام میٹنگ کو بلانا، ایجنڈا تیار کرنا، نوٹسز جاری کرنا اور کارگزاری کی روداد محفوظ کرنا اس کی ذمے داری میں شامل ہے۔ ادارے، جامعات اور ملحقہ اداروں میں تحقیقی امور کی لیے ایک کمیٹی بنائی جائے گی جو کہ Coordinating Committee کہلائے گی۔ یہ Coordinating Committee چیئر مین اور اراکین پر مشتمل ہو گی۔

۴۱۔ وزارت قانون و پارلیمانی امور (لاء ڈویژن)، حکومت پاکستان، نوٹیفکیشن ۱۹۶۵ء، ۲۰/ جولائی ۱۹۶۵ء۔

مالی سال کے اختتام کے بعد بورڈ آف گورنرز ادارے کی کارکردگی کی سالانہ رپورٹ، اکاؤنٹ سٹیٹمنٹ کے ساتھ صدر کو جمع کروائے گا۔ صدر ادارے کی خود مختاری اور آئینی افعال کی انجام دہی کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی بھی خاص یا عام احکامات جاری کر سکتا ہے۔ وزارت قانون اور پارلیمانی امور (Law Division) اس ادارے کا انتظامی ڈویژن ہو گا۔ ادارے کے تمام حوالہ جات اور مراسلات جو مرکزی حکومت اور صدر سے متعلقہ ہوں، اسی ڈویژن کے ذریعے ہوں گے۔

اس نوٹیفکیشن نے وزارت تعلیم کے نوٹیفکیشن نمبر F.15-1/59-E-IV بتاریخ ۱۰/ مارچ ۱۹۶۰ء کو کالعدم قرار دے دیا۔ اس نوٹیفکیشن کے آنے کے بعد وہ تمام حقوق و فرائض، ذمے داریاں اور اثاثے جو مرکزی تحقیقی ادارے کو دیے گئے تھے، اب ادارہ تحقیقات اسلامی کو ملیں گے اور جب تک مزید قواعد وضوابط وضع نہیں کیے گئے اس وقت تک مرکزی تحقیقاتی ادارے کے قواعد وضوابط اور آرڈرز اسلامی تحقیقی ادارے کے لیے ضروری ترامیم کے بعد فوری طور پر قابل عمل ہوں گے۔ (۴۲)

۶- ۱۹۷۳ء کے دستور کے مطابق ادارہ تحقیقات اسلامی کی تشکیل نو

۱۹۷۳ء میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کا تیسرا دستور بنا۔ یہ دستور اس لحاظ سے اہم تھا کہ یہ متفقہ دستور تھا اور اس دستور پر آج بھی عمل ہو رہا ہے، اگرچہ اس دستور میں ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۲ء کے دستور کے برعکس براہ راست ادارہ تحقیقات اسلامی کا ذکر تو نہ تھا لیکن آئین پاکستان ۱۹۷۳ء کی دفعہ ۳۱ کی رو سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ذمے تھا کہ وہ تمام اقدامات بروے کار لائے جس کے ذریعے پاکستان میں مسلمان انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگیوں کو اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق گزار سکیں اور مسلمانوں کو ایسی سہولیات مہیا کی جائیں کہ وہ زندگی کے معنی کو قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھ سکیں چنانچہ ان مقاصد کی روشنی میں اس بات کی ضرورت ہے کہ ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جس کی ذمے داری تحقیق کرنا ہو اور اس کا نام اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ہو۔ ادارے کا مرکزی دفتر اسلام آباد یا کسی ایسے مقام پر ہو گا جہاں صدر پاکستان چاہیں گے؛ ۱۹۷۴ء کے حکم نامے کے ذریعے ادارہ کے اہداف بھی نئے سرے سے متعین کیے گئے ان اہداف کی رو سے ادارہ تحقیقات اسلامی کو ہمہ جہتی تحقیق کرنا تھا۔ مسلمان معاشروں کے مسائل اور ان کے حل کی نشان دہی کرنا نیز قائداعظم یونی ورسٹی کی شریعہ فیکلٹی اور اسلامی نظریاتی کونسل کو معاونت فراہم کرنا بھی ادارے کے اہداف میں شامل کیا گیا۔ ان اہداف میں یہ بھی قرار

۴۲- وزارت قانون و پارلیمانی امور (لاء ڈویژن)، حکومت پاکستان، نوٹیفکیشن ۱۹۶۵ء، ۲۰/ جولائی ۱۹۶۵ء۔

دیا گیا کہ ادارہ تحقیقات اسلامی دینی مدارس کے نصاب میں بھی معاونت کرے گا نیز ائمہ مساجد اور اساتذہ کی تربیت میں بھی سہولتیں فراہم کرے گا۔ (۴۳)

اس نوٹیفکیشن نے لاء ڈویژن کے نوٹیفکیشن نمبر F.24 (23) 65-A بتاریخ ۲۰ر جولائی ۱۹۶۵ء کو کالعدم قرار دے دیا اور اس کی جگہ لے لی۔

۷- اسلامی یونی ورسٹی آرڈیننس ۱۹۸۰ء

ایک اور اہم دستاویز جس کا ادارہ تحقیقات اسلامی سے گہرا تعلق ہے اسلامی یونی ورسٹی آڈرینس ۱۹۸۰ء ہے۔

اسلامی یونی ورسٹی حکومت پاکستان کے گزٹ نوٹیفکیشن نمبر 80-pub (1)17 بتاریخ ۲۶ر نومبر ۱۹۸۰ء کی رو سے قائم ہوئی۔ ابتدائی طور پر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کو اس نئی قائم ہونے والی یونی ورسٹی کا حصہ بنا دیا گیا اور ادارے کے علاوہ اس میں درج ذیل تین انسٹی ٹیوٹ قائم کیے گئے:

۱- انسٹی ٹیوٹ آف شریعہ اینڈ لاء

۲- انسٹی ٹیوٹ آف دعوہ اینڈ قراءۃ

۳- سکول آف اکنامکس

۴- انسٹی ٹیوٹ آف سوشل سائنسز

اس یونی ورسٹی نے ۱۹۸۱ء میں باقاعدہ کام شروع کر دیا۔ اسلامی یونی ورسٹی LIII آف ۱۹۸۰ء کا آڈرینس سات ابواب اور فرسٹ Statutes پر مشتمل تھا جس میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے متعلق حسب ذیل دفعات تھیں:

باب نمبر ا، دفعہ H، سیکشن II

باب نمبر ۲، سیکشن II, I

باب نمبر ۳، سیکشن VII، ذیلی دفعہ V

اس آرڈیننس کے شیڈول میں First Statutes شامل ہیں۔ ان اسٹیچیوٹس (Statutes) میں یونی ورسٹی کے اداروں کے بارے میں دفعات موجود ہیں۔ فرسٹ اسٹیچیوٹس (First Statues) کی پہلی دفعہ میں

۴۳- وزارت مذہبی و اقلیتی امور، حکومت پاکستان، نوٹیفکیشن ۱۹۷۹ء اسلام آباد، ۲۲ر اگست ۱۹۷۹ء۔

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کا نام "انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز اینڈ ریسرچ" لکھا گیا ہے، جب کہ دوسری شق میں انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر کی ذمے داریوں، اس کے تقرر کا طریقۂ کار اور اس کی اہلیت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی Statutes کی شق نمبر ۳ میں انسٹی ٹیوٹ کے بورڈ آف سٹڈیز کی تشکیل اور اس کے ممبران کا ذکر ہے۔ اسی شق میں بورڈ کی مدت اور اس کے فرائض کا بھی ذکر ہے۔ اسلامی یونی ورسٹی کے ۱۹۸۰ء کے آرڈیننس کی توسیع میں نوٹیفکیشن نمبر Estt,/84-14-866 بتاریخ ۱۸/مارچ ۱۹۸۴ء کے ذریعے Service Statutes کا اضافہ کیا گیا۔ ان Service Statutes میں تقرر کی شرائط، تنخواہ اور پنشن وغیرہ کے امور اور پنشن سے متعلق قواعد وضوابط شامل کیے گئے۔ اسی حوالے سے یونی ورسٹی نے ۱۹۸۳۔ ۸۴ء میں یونی ورسٹی کے علمی و تحقیقی پروگراموں کے متعلق قواعد وضوابط بھی بنائے۔[۴۴]

۸۔ بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی آرڈیننس ۱۹۸۵ء

۱۹۸۰ء میں قائم ہونے والی اسلامی یونی ورسٹی کو ۱۹۸۵ء میں بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی قرار دے دیا گیا اور اس ضمن میں ۱۹۸۵ء میں نیا آرڈیننس جاری کیا گیا۔ بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی کے قیام کا یہ آرڈیننس نمبر xxx آف ۱۹۸۵ء، حکومت پاکستان وزارت انصاف و پارلیمانی امور کے گزٹ نوٹیفکیشن نمبر 17(1)85-pub بتاریخ ۳۱/ مارچ ۱۹۸۵ء کو صدر اسلامیہ جمہوریۂ پاکستان کی ۸/ مارچ ۱۹۸۵ء کے منظوری کے بعد جاری ہوا۔ اس آرڈیننس کی جو دفعات ادارہ تحقیقاتِ اسلامی سے متعلق ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ باب نمبر ۲، ذیلی دفعہ ۲.۱

۲۔ باب نمبر ۳ دفعہ نمبر ۸

۳۔ ضمیمہ فرسٹ Statutes، دفعہ ۴۵

ان دفعات کے مطابق ادارہ تحقیقاتِ اسلامی سے متعلق Annex-I, Statutes میں موجود ہیں۔ اس Annexure کی پہلی شق ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے قیام سے متعلق ہے اور اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ ادارہ حکومت پاکستان کے جاری ہونے والے نوٹیفکیشن نمبر F-15-1059-E-IV، بتاریخ ۱۰/ مارچ ۱۹۶۰ء کے تحت قائم ہوا مزید برآں اس میں اسلامی یونی ورسٹی آرڈیننس ۱۹۸۰ء کی دفعہ ۴۳ کا بھی ذکر ہے جس کا تعلق ادارہ تحقیقاتِ اسلامی سے ہے۔ Annex-I کی دفعہ ۲ میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے قیام کے دس مقاصد بیان کیے گئے ہیں۔ ان

۴۴۔ اسلامی یونی ورسٹی آرڈیننس ۱۹۸۰ء (LII of 1980)، اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔

مقاصد کی رو سے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی حیثیت یونی ورسٹی کے ایسے تحقیقی بازو کی ہے جو علوم اسلامیہ کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق کے لیے مناسب اصولوں کی اشاعت کرے گا، نیز یہ ادارہ عصر حاضر کی ضروریات کے مطابق اسلامی تعلیمات کی تشریح و تعبیر کرے گا۔

امت مسلمہ کو درپیش مسائل کی نشان دہی اور اسلامی تراث کا احیا بھی اس ادارے کی ذمے داریوں میں شامل ہے۔ ادارہ علوم اسلامیہ سے متعلق مختلف کتابیں، تحقیقی رپورٹیں، تحقیقی مجلے اور اسی طرح کا دوسرا میٹریل شائع کرنے کا بھی پابند ہے۔ ان مقاصد کی رو سے ادارہ مسلم معاشرے کو درپیش مسائل کو حل کرنے کے لیے سٹڈی گروپس بھی قائم کر سکتا ہے۔ یہ ادارہ علوم اسلامیہ کا ایک ایسا مرکز ہو گا جو اسلامی تہذیب و تمدن کے مختلف پہلوؤں پر سیمینار، کانفرنسوں اور ورک شاپوں کا اہتمام کرے گا تاکہ مختلف فکری گروہوں کے درمیان ہم آہنگی پر مبنی اسلام کی تفہیم کو عام کیا جاسکے۔ اس ضمیمے کی دفعہ نمبر ۳ میں ادارہ تحقیقات اسلامی کی کونسل کی تشکیل اور اس کے ممبران کے متعلق ذکر ہے، جب کہ دفعہ نمبر ۴ میں ادارہ تحقیقات اسلامی کی کونسل کے اختیارات کا ذکر ہے۔ دفعہ نمبر ۶ میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے ڈائریکٹر جنرل کے تقرر اور ان کے اختیارات کا ذکر ہے، جب کہ دفعہ نمبر ۷ میں ادارے کے مالی امور اور عملے کے متعلق طریقۂ کار طے کیا گیا ہے۔[۴۵]

۹- ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کا اسلامی تحقیق کے حوالے سے ۱۹۸۵ء کا ماسٹر پلان

۱۹۸۵ء میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی نے اپنے مختلف یونٹوں کے حوالے سے ماسٹر پلان تیار کیا تھا جن یونٹس کے حوالے سے ماسٹر پلان تیار کیا گیا تھا، وہ حسب ذیل ہیں:

۱- قانون و اصول قانون یونٹ

۲- سوشیالوجی یونٹ

۳- تاریخ یونٹ

۴- اکنامکس اور تاریخ اکنامکس یونٹ

۵- ایجوکیشن یونٹ

۶- سائنس یونٹ

۴۵- انٹرنیشنل اسلامک یونی ورسٹی آرڈیننس ۱۹۸۵ء (آرڈیننس نمبر xxx آف ۱۹۸۵ء)، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔

۷۔ قرآن وسنت یونٹ

۸۔ فلاسفی، سائیکالوجی اورEsotericیونٹ

۹۔ Translationیونٹ

۱۰۔ مطالعۂ پاکستان اور حالات حاضرہ یونٹ

۱۱۔ Reference یونٹ

۱۲۔ سیرت یونٹ

۱۳۔ دعوۃ وارشاد یونٹ

اس ماسٹر پلان میں ہر یونٹ کے تحت جو کام کیا جانا مطلوب ہے، اس کی تفصیلی منصوبہ بندی کی گئی۔ ادارہ تحقیقات اسلامی کے محققین کے ذمے یہ کام لگایا گیا کہ وہ اس ماسٹر پلان کے مطابق اپنا کام کریں۔ اس ماسٹر پلان میں ان مصادر کی فہرست بھی شامل ہے جو کہ عربی میں ہیں اور ادارہ تحقیقات اسلامی سے یہ توقع کی گئی کہ ان مصادر کا اردو ترجمہ کر کے ان کو شائع کیا جائے۔ ان مصادر میں سے بعض مصادر کا اردو ترجمہ کر کے ادارہ تحقیقات اسلامی نے اسے شائع کر دیا ہے، جب کہ باقی مصادر کا ترجمہ کرنا ابھی باقی ہے۔ ادارے سے توقع ہے کہ وہ اگلے سالوں میں باقی ماندہ کاموں کو بھی مکمل کرے گا۔[۴۶]

۱۰۔ادارہ تحقیقات اسلامی سے متعلقہ حالیہ دستاویزات

۱۔ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی قواعد وضوابط ۲۰۱۷ء

ادارہ تحقیقات اسلامی نے بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی کے آرڈیننس، اس کے Statutes اور ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی مختلف کمیٹیوں کے مختلف مواقع پر تیار کردہ قواعد وضوابط کو ۲۰۱۷ء کے قواعد ضوابط میں مدوّن کر دیا۔ ان قواعد وضوابط کی پہلی منظوری ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی ریسرچ اینڈ ٹریننگ ایڈوائزری کمیٹی نے ۱۳/ اپریل ۲۰۱۷ء کو دی جب کہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کی کونسل نے ۲۷/ اکتوبر ۲۰۱۷ء کو اپنے گیارھویں اجلاس میں ان قواعد وضوابط کو منظور کیا۔ یہ قواعد وضوابط ادارے کے اب تک بننے والے قواعد وضوابط میں سب سے زیادہ جامع اور مبسوط ہیں جب کہ ان میں ادارے سے متعلق تمام متفرق قواعد وضوابط کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ قواعد وضوابط آٹھ ابواب پر مشتمل ہیں، جن میں ادارے کے مقاصد، اہداف، ادارے کی کونسل، ادارے کے

۴۶۔ ماسٹر پلان آف اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (۱۹۸۵ء)، اسلام آباد، پاکستان۔

ڈائریکٹر جنرل، ادارے کے محققین، تحقیقی شعبہ جات، پریس، مختلف کمیٹیوں اور ڈاکٹر حمید اللہ لائبریری کے متعلق تفصیلی قواعد وضوابط شامل کیے گئے ہیں۔

ب—پیغام پاکستان

پیغام پاکستان کے نام سے تیار ہونے والی یہ دستاویز دسمبر ۲۰۱۷ء میں مکمل ہوئی۔ اس دستاویز میں پیغام پاکستان کا متفقہ اعلامیہ اور تمام مکاتب فکر کے علما کی طرف سے جاری کردہ متفقہ فتویٰ شامل ہے۔ اس دستاویز پر پاکستان میں موجود دینی تعلیم کے مدارس کے وفاقوں، قومی جامعات کے اساتذہ اور دانش وروں نے اپنی رائے دی ہے۔ ان تمام آرا کی روشنی میں اس دستاویز کو حتمی شکل دی گئی ہے اور صدر پاکستان کی منظوری کے بعد اسے شائع کیا گیا ہے۔ اس دستاویز کے مختلف حصے مختلف ارتقائی مراحل سے گزرتے ہوئے تیار ہوئے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

پیغام پاکستان میں تین اجزا ہیں۔اِن کا پہلا جز اسلامی ضابطہ ٔ حیات سے متعلق ہے۔ دوسرے جز میں اسلامی جمہوریۂ پاکستان کے قیام کے پس منظر کو واضح کیا گیا ہے، جب کہ تیسرے جز میں پاکستانی معاشرے کو درپیش مختلف چیلنجوں کا ذکر ہے۔

اسلامی ضابطہ ٔ حیات سے متعلق پہلے جز میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت، آپ کی دعوت کے مرکز و محور، آپ کی رسالت اور دوسرے انبیا کے مابین تعلق جیسی اساسی چیزوں کی وضاحت کی گئی ہے، نیز یہ بتایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر عمل کر کے کس طرح اسلامی تہذیب و تمدن کی ترویج ہوئی۔ (۴۷)

اس دستاویز کے دوسرے حصّے میں قیام پاکستان کے پس منظر، قیام پاکستان کے واقعات کے مختصر ذکر اور اسلامی جمہوریۂ پاکستان کی مختلف کام یابیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس حصے میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کی حکومت ختم ہوئی اور اس کے بعد برطانوی حکومت قائم ہوئی، نیز کس طرح مسلمانوں نے برطانوی استعمار سے آزادی کے لیے آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے جدوجہد کی۔ قیام پاکستان کے پس منظر میں اس بات کی وضاحت بھی کی گئی ہے کہ پاکستان کے ذریعے اسلامی تہذیب و تمدن کا احیا مطلوب تھا۔ مزید برآں یہ بھی بیان کیا گیا کہ پاکستان کس لیے قائم کیا گیا ہے۔ اس میں وضاحت کی گئی ہے کہ قیام پاکستان کا مقصد ایک ایسے معاشرے کی تشکیل تھا جس میں امن و سکون اور معاشرتی ہم آہنگی کے اسلامی اصولوں کا دور دورہ ہو۔ اس ضمن

۴۷- محققین ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، **پیغام پاکستان** (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۱۷ء)، ۱- ۱۲۔

میں قرارداد مقاصد کا ذکر کیا گیا ہے جس کی رو سے جمہوریت، آزادی رائے، مساوات، برداشت اور سماجی انصاف جیسے اصولوں کی پاکستان کے لیے اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ نیز پاکستان میں بسنے والے غیر مسلموں کے حقوق کی بھی نشان دہی کی گئی ہے۔

اس کے بعد قیام پاکستان سے لے کر اب تک ہونے والی کام یابیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء کے دساتیر کا ذکر کیا گیا ہے، نیز اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ کس طرح پاکستان کے دستور میں یہ بات طے کر دی گئی ہے کہ پاکستان میں قرآن و سنت سے متصادم کوئی قانون نہیں بن سکتا۔[۴۸]

پیغام پاکستان کے پہلے حصے کے تیسرے جز میں ان چیلنجوں کا ذکر ہے جو پاکستانی معاشرے کو درپیش ہیں۔ اس میں بتایا گیا ہے کس طرح کچھ لوگ اسلام کے نام پر اسلامی ریاست کے خلاف جنگ و جدل میں مصروف ہیں، نیز یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان کا رویہ کس طرح قرآن و سنت کی تعلیمات کے منافی ہے۔ اس جز میں ریاستی اداروں اور عوام الناس کے خلاف ہونے والی دہشت گردی، فرقہ پرستی، جہاد کی غلط تشریح اور امر بالمعروف کے نام سے قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کے جو رجحانات پھل پھول رہے ہیں، ان کا احاطہ کیا گیا ہے۔ یہ تمام چیلنج اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کے ایک نئے بیانیے کے ذریعے پاکستان معاشرے کو جھنجھوڑا جائے اور اس کی تشکیل جدید کی جائے۔

ج۔ متفقہ اعلامیہ

یہ متفقہ اعلامیہ ۲۶/ مئی ۲۰۱۷ء کو صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان جناب ممنون حسین کی صدارت میں منعقد ہونے والی قومی سیمینار "میثاق مدینہ کی روشنی میں پاکستان معاشرے کی تشکیل نو" کے موقع پر پیش کیا گیا۔ اس اعلامیہ کے بائیس نکات ہیں جن میں یہ وضاحت کی گئی ہے:

۱۔ دستور پاکستان ۱۹۷۳ء اسلامی اور جمہوری ہے اور یہ پاکستان کی تمام اکائیوں کے درمیان ایسا عمرانی معاہدہ ہے جس کو تمام مکاتب فکر کے علما و مشائخ کی حمایت حاصل ہے، اس لیے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے تقاضوں کے مطابق پاکستان میں کوئی قانون قرآن و سنت کے منافی نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی اس دستور کی موجودگی میں کسی فرد یا گروہ کو ریاست پاکستان اور اس کے اداروں کے خلاف کسی قسم کی مسلح جدوجہد کا کوئی حق حاصل ہے۔

۴۸۔ نفس مصدر، ۱۳۔ ۱۶۔

۲۔ نفاذ شریعت کے نام پر طاقت کا استعمال ریاست کے خلاف مسلح محاذ آرائی نیز لسانی، علاقائی، مذہبی، مسلکی اختلافات اور قومیت کے نام پر تخریب و فساد اور دہشت گردی کی تمام صورتیں احکام شریعت کے خلاف ہیں اور پاکستان کے دستور و قانون سے بغاوت اور طاقت کے زور پر اپنے نظریات کو دوسروں پر مسلط کرنے کی روش شریعت کے احکام کی مخالفت اور فساد فی الارض ہے۔ اس کے علاوہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور و قانون کی رو سے ایک قومی و ملی جرم بھی ہے۔ دفاع پاکستان اور استحکام پاکستان کے لیے ایسی تمام تخریبی کارروائیوں کا خاتمہ ضروری ہے۔ اس لیے ان کے تدارک کے لیے بھرپور انتظامی، تعلیمی، فکری اور دفاعی اقدامات کیے جائیں گے۔

۳۔ دستور پاکستان کے تقاضوں کے مطابق پاکستانی معاشرے کی ایسی تشکیل جدید ضروری ہے، جس کے ذریعے سے معاشرے میں منافرت، تنگ نظری، عدم برداشت اور بہتان تراشی جیسے بڑھتے ہوئے رجحانات کا خاتمہ کیا جاسکے اور ایسا معاشرہ قائم ہو جس میں برداشت و رواداری، باہمی احترام اور عدل و انصاف پر مبنی حقوق و فرائض کا نظام قائم ہو۔[۴۹]

د۔ قومی وائس چانسلر کانفرنس کے متفقہ اعلامیے کا ڈرافٹ

ہائر ایجوکیشن کمیشن نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے تعاون سے ۲۰/ نومبر ۲۰۱۷ء کو ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد میں "تشدد، انتہاپسندی اور دہشت گردی کے خلاف قومی بیانیے کی ترویج میں جامعات کا کردار" کے موضوع پر وائس چانسلر کانفرنس منعقد کروائی۔[۵۰]

اس کانفرنس میں درج ذیل اعلامیہ جاری کیا گیا:

۱۔ تشدد، انتہاپسندی اور بنیاد پرستی کی تمام اشکال کا مقابلہ کرنے کے لیے وائس چانسلر، فیکلٹی ممبران، سٹاف اور پاکستانی جامعات کے طلبا و طالبات پاکستانی افواج، سیکورٹی اداروں اور حکومت کے ساتھ مکمل یک جہتی کا اظہار کرتے ہیں اور قومی بقا کی اس جنگ میں وہ ان اداروں کے ساتھ کھڑے ہیں۔

۴۹۔ نفس مصدر، ۳۳-۳۴۔

50– Draft of the Joint declaration of the National Vice- Chancellors Conference on 'The Role of Universities in Advancing National Narative Conference to Violence, Extremism and Terrorism" Higher Education Comission of Pakistan, H-9, Islamabad, Novemeber 20, 2017.

۲۔ فرقہ ورانہ نفرت، مسلح فرقہ ورانہ تصادم اور اپنے نظریات کو زبردستی دوسروں پر مسلط کرنے کے رجحانات نہ صرف شریعت کے اصولوں کے خلاف اور زمین پر بگاڑ کا باعث بنتے ہیں، بلکہ یہ اسلامی جمہوریۂ پاکستان کے قانون و دستور کے مطابق بھی جرم ہے۔

۳۔ تمام پاکستانی تعلیمی اداروں کا بنیادی مقصد ایسی معیاری تعلیم فراہم کرنا ہے جو نوجوان نسل کی کردار سازی کر سکے۔ تمام سرکاری اور نجی تعلیمی ادارے نفرت، انتہا پسندی اور تشدد کے پھیلاؤ کی کوششوں کو روکیں اور ایسا ماحول مہیا کرنے کی کوشش کریں جو برداشت، تنوع کا احترام اور مہذب گفت گو کی حوصلہ افزائی کرے۔

۴۔ یونی ورسٹی انتظامیہ اپنے کیمپسوں (Campuses) کو محفوظ بنانے کے لیے تمام ممکنہ اقدامات اٹھائے اور درس گاہوں اور یونی ورسٹی کمیونٹیز میں ذمہ دارانہ اظہار رائے کی آزادی کو یقینی بنائے۔

۵۔ پاکستان اللہ کی امانت اور عظیم نعمت ہے، اس لیے پاکستان کی سرزمین ایک لمحے کے لیے بھی نفرت انگیز تقریروں، دہشت گرد کارروائیوں اور اس طرح کے دوسرے مقاصد کے لیے استعمال نہیں کرنے دی جائے گی۔

۶۔ اسلام کے ابتدائی دور سے لے کر آج تک مسلمانوں میں مختلف مکاتب فکر اور فقہی مسالک موجود ہیں۔ دلائل کی بنیاد پر فقہی اور نظریاتی بحث و مباحثے اور مناظرے اسلامی دانش ورانہ روایات کا حصہ تھے اور رہیں گے۔ ایسے تحقیق اور تعلیم کے موضوعات کی جگہ تعلیمی ادارے ہیں۔ اختلاف رائے کے آداب کے کورس کو سرکاری اور نجی تعلیمی اداروں کے نصاب کا حصہ بنایا جائے گا۔ ہمارے ادارے باوقار بحث و مباحثے کی ترویج کریں گے اور یہ پڑھائیں گے کہ اختلاف کرنے کا پسندیدہ طریقہ کیا ہے۔[۵۱]

۷۔ جامعات اپنے طلبہ اور اساتذہ کی علم شہریت، تنازعات کے حل، اختلاف کے آداب، کمیونٹی پالیسی اور انیٹلی جنس اسٹڈیز جیسے موضوعات پر تحقیق کی حوصلہ افزائی کریں گے۔

۸۔ پاکستان میں بسنے والے غیر مسلم بھی مسلمانوں کی طرح ہی قانون اور دستور کے دائرے میں رہتے ہوئے زندگی، آزادی، مال اور عزت کے تحفظ سے متعلق انسانی حقوق رکھتے ہیں۔

۵۱۔ نفس مصدر۔

۹۔ تمام مسلم اور غیر مسلم پاکستانی شہریوں کو برابر سمجھا جائے گا، جیسا کہ قرارداد مقاصد ۱۹۴۹ء اور دستور پاکستان کے ابتدائیے میں بیان کیا گیا ہے۔

۱۰۔ پاکستان کے تمام پرائمری اور ہائر سیکنڈری سکولوں میں بین العقائد ہم آہنگی، برداشت اور پر امن بقائے باہمی پر مبنی کورس لازمی پڑھایا جائے گا۔

۱۱۔ تمام سرکاری اور نجی جامعات کے علوم اسلامیہ کے شعبہ جات کے لیے یہ لازمی ہونا چاہیے کہ وہ قومی یک جہتی، سماجی ہم آہنگی اور بین العقائد ہم آہنگی جیسے امور کو اپنے مذہبی اجتماعات میں فروغ دیں اور اس کی حوصلہ افزائی کریں۔

۱۲۔ جامعات اس بات کو یقینی بنائیں کہ ان کی آن لائن پلیٹ فارموں اور ای میل وغیرہ جیسی سہولیات کو نفرت، انتہاپسندی اور تشدد کے فروغ کے لیے کوئی بھی اشتہاری یا کالعدم تنظیم استعمال نہ کر سکے۔

۱۳۔ پاکستانی جامعات اساتذہ اور طلبہ کے درمیان تعلق اور رابطے کو مضبوط کریں گی اور تمام سماجی مقامات پر اساتذہ کی موجودگی کو یقینی بنایا جائے گا تاکہ طلبہ اور اساتذہ اور اساتذہ کے اساتذہ کے ساتھ رابطے کے فقدان کو ختم کیا جائے۔[۵۲]

۱۴۔ طلبہ کی رہ نمائی جامعہ کی باقاعدہ سرگرمی ہونی چاہیے۔

۱۵۔ ڈائریکٹوریٹ آف سٹوڈنٹ سروسز کا قیام عمل میں لانا چاہیے جو طلبہ کے مسائل کا جائزہ لے کر ان کا حل تجویز کرے۔

۱۶۔ ٹیوٹوریل، کھیل اور غیر نصابی سرگرمیوں کو لازمی فروغ دیا جانا چاہیے اور یہ جامعات کی روزانہ کی سرگرمیوں کا حصہ ہونا چاہیے تاکہ طلبہ کے ساتھ مستقل مشغولیت کو یقینی بنایا جاسکے۔

آخر میں وائس چانسلرز اور کانفرنس کے شرکا نے اس بات کا اعلان کیا کہ یہ بات ناگزیر ہے کہ طلبہ اور نوجوان نسل کو سودمند تعلیمی اور سماجی سرگرمیوں میں مصروف کرنے کے لیے اقدامات اٹھائے جائیں جو پیشہ ورانہ مہارت، بلند اخلاق و کردار، برداشت اور تنوع کے احترام کو فروغ دیں۔

ہمیں امید ہے کہ اس متفقہ قرارداد کے ذریعے ہم اس قابل ہو جائیں گے کہ اعلی تعلیم کے اداروں کو ایسے اسکالرز کی جماعت فراہم کریں جو قوم کو خوش حال اور ترقی یافتہ بنانے کے لیے رہ نمائی اور حوصلہ افزائی کا کام کرے۔[۵۳]

۵۲۔ نفس مصدر۔

۵۳۔ نفس مصدر۔

مقالہ ہذا میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی سے متعلق مختلف اہم تاریخی دستاویزات کا تعارف اور تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔ ان دستاویزات کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ پاکستانی معاشرے کی تشکیل کے حوالے سے اس ادارے کی کیا اہمیت ہے؟ مختلف ادوار کے سیاسی اور سماجی رویوں کے کیا اثرات ادارے کی پالیسیوں پر پڑتے رہے ہیں اور اس کا عکس بھی ان دستاویزات میں نظر آتا ہے۔ حکومت وقت کے نزدیک ادارے کی اہمیت اور حکومتی ترجیحات میں ادارے کے مقام کا بھی ان دستاویزات سے پتا چلتا ہے۔ یہ دستاویزات نہ صرف ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے حوالے سے اہم ہیں، بلکہ ان کا تاریخ پاکستان سے بھی گہرا تعلق ہے۔ ان کا مطالعہ، مطالعۂ پاکستان کے حوالے سے بھی بڑا مفید ہے۔

نوآبادیاتی دور کے شروع ہونے سے پہلے مسلمان معاشروں میں ریاستی ادارے بہت کم زور ہو گئے تھے۔ نوآبادیاتی نظام میں اسلامی معاشروں کے روایتی ادارے یا تو ختم کر دیے گئے یا پھر غیر مؤثر کر دیے گئے۔ آزادی کے بعد یہ توقع تھی کہ اسلامی ممالک نئے مؤثر ادارے قائم کریں گے، لیکن بوجوہ ایسا نہ ہوا۔ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کا قیام اس ضمن میں ایک استثنا ہے۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد ریاست پاکستان میں نہ صرف ادارہ تحقیقاتِ اسلامی قائم کیا گیا، بلکہ اس کی اہمیت کی طرف بھی توجہ دی گئی۔ ادارے نے اگرچہ اتنا کام نہیں کیا جتنا اس سے توقع تھی، لیکن پھر بھی معیاری تحقیق اور علوم اسلامیہ میں نئے رجحانات متعارف کرانے میں ادارے کا نمایاں مقام ہے۔ امید ہے کہ ادارہ تحقیقات اسلامی آج کل جو نئے تحقیقی تربیتی اور ترقیاتی منصوبے تیار کر رہا ہے وہ ادارے کو مزید فعال بنانے میں اہم کردار ادا کریں گے۔[۵۴]

۵۴۔ ادارہ تحقیقات اسلامی قواعد وضوابط ۲۰۱۷ء، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔